الہدیٰ فاؤنڈیشن لاہور

نام کتاب : انگریز کا ایجنٹ کون ؟

مصنف : صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی

اشاعت دوم : اپریل 2002ء

تعداد : 1100

ناشر : الھدیٰ فاؤنڈیشن لاہور

قیمت : روپے

ملنے کے پتے

﴿۱﴾ دار العلوم مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع خوشاب

﴿۲﴾ مکتبہ جمال کرم 9 مرکز الاولیس دربار مارکیٹ لاہور

﴿۳﴾ مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور

﴿۴﴾ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

﴿۵﴾ مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ

﴿۶﴾ ضیاء الدین پبلی کیشنز کھارادر کراچی

﴿۷﴾ احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک راولپنڈی

﴿۸﴾ مکتبہ دار اخلاص صدف پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست مضامین

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب ہفتم

باب ہشتم

شرف انتساب

اس کی خدمت میں

............جس کی............

نگہ بلند، زبان ہوشمند اور دل درد مند ہے

............جس نے............

ایک ویران اور بے آب وگیاہ صحرا کو علم وحکمت کا لہلہاتا ہوا گلشن بنادیا

............جس کے فیض نے............

جامعہ مظہریہ امدادیہ کی شکل میں فکر ونظر، فضل وکمال اور شعور وآگہی کا ایک شہرستان آباد کر دیا

............جس نے............

اپنے علاقہ کے یونینسٹ امراء اور ڈکٹیٹروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کمال جرأت سے تحریک پاکستان کے لیے مسلسل جہد فرمائی

............جس کے خوشہ چین............

شہباز طریقت، امیر شریعت تاج الفقہاء علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالی کے نام نامی اسم گرامی سے موسوم کرتے ہیں

محمد مظہر الحق بندیالوی

پیش لفظ

کافی عرصہ قبل ہندیال میں ایک مولانا صاحب کا خطاب سننے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے جوش خطابت میں فرمایا ”کہ پاکستان علماء دیوبند نے بنایا۔ تحریک پاکستان کی کامیابی کا سہرا مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہ کے سر ہے اور شاہ احمد رضا خان فاضل بریلی تو انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔“

حالانکہ ہم نے اس سے قبل تو یہی سنا اور پڑھا تھا کہ اکابرین دیوبند کی غالب اکثریت تحریک پاکستان کی مخالف تھی۔ اس لیے بندہ نے تحریک پاکستان میں علماء کے کردار کے متعلق مخالف و موافق ہر قسم کی کتب کا بھرپور مطالعہ کیا تو مولانا کے خطاب کو حقیقت کے برعکس پایا۔ پھر احباب کے مشورہ پر تحریک پاکستان، تحریک عدم تعاون، اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکابر علماء دیوبند اور علماء اہل سنت کے کردار کے تقابلی جائزہ کو ورطہ تحریر میں لایا۔

اور پھر تحریک بالاکوٹ کی اصل حقیقت کو بھی مستند حوالہ جات سے لکھا۔ تاکہ اس موضوع پر نام نہاد مؤرخین نے جو مصلحتوں کی گرد چڑھادی ہے اس کو دور کر دیا جائے۔

محقق اہل سنت، شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نے تقدیم لکھ کر حوصلہ افزائی فرمائی جس پر بندہ ان کا تہہ دل سے مشکور ہے۔

اللہ رب العزت بطفیل نبی رحمت حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکپائے علماء حق

محمد مظہر الحق

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ چودہویں صدی ہجری کے وہ متبحر عالم دین ہیں کہ علمی وسعت اور کثرت تصانیف میں دنیا بھر کا کوئی ہم عصر عالم ان کا مد مقابل دکھائی نہیں دیتا، پچاس سے زیادہ علوم میں کامل دسترس اور تقریباً ایک ہزار تصانیف ان کی یکتائی کا واضح ثبوت ہیں۔

تقویٰ، اخلاص اور للّٰہیت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے حضرت مولانا تقدس علیخان رحمۃ اللہ علیہ (پیر صاحب پگاڑا کے استاذ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ نواب حیدر آباد دکن کی طرف سے امام احمد رضا خان بریلوی کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کو مکتوب موصول ہوا جس میں انہیں حیدر آباد دکن کے صدر الصدور کے منصب کی پیش کش کی گئی تھی، حجۃ الاسلام نے وہ مکتوب امام احمد رضا خان بریلوی کی خدمت میں پیش کیا، تو فرمایا: ہم بوریہ نشینوں کو صدر الصدور کے منصب سے کیا غرض؟ اور یہ مصرع ارشاد فرمایا۔

ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ

یہ بے معنی دفتر اس لائق ہے کہ اسے شراب میں ڈبو دیا جائے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام نے معذرت کر دی۔

یہ بھی حضرت مولانا تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ نظام حیدر آباد دکن نے امام احمد رضا بریلوی کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام، بریلی کے لیے دو سو روپے ماہانہ منظور کیے، اس وقت دو سو روپے بہت بڑی رقم تھی، لیکن امام احمد رضا

بریلوی نے تازیست وہ رقم قبول نہیں کی، امام احمد رضا بریلوی نے سچ فرمایا اور ان کی پوری زندگی کا عمل اس پر شاہد ہے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تمام قوت دین متین، مسلک اہل سنت وجماعت اور مذہب حنفی کی تبلیغ واشاعت اور تائید وحمایت میں صرف کردی، اللہ تعالیٰ، اس کے حبیب مکرم ﷺ، صحابہ کرام، اہل بیت اور اولیاء عظام کی بارگاہ میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کی پوری قوت سے سرکوبی کی۔ مخالفین کی طرف سے اس کا ردعمل یہ ہوا کہ ان پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگائے گئے، ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ (معاذ اللہ!) وہ انگریز کے ایجنٹ تھے، حیرت ہوتی ہے کہ وہ سراپا اخلاص وللّٰہیت شخصیت جس نے زندگی بھر کسی مسلمان حکمران کی مدح سرائی نہیں کی، کسی مسلم حاکم سے امداد قبول نہیں کی، اس پر کس منہ سے یہ الزام عائد کیا جاسکتا ہے کہ وہ غیر مسلم، غاصب اور ظالم انگریز کا نمائندہ اور ایجنٹ ہے، جبکہ ان کے مخالفین کسی نہ کسی انداز میں انگریز گورنمنٹ سے متعلق رہے ہیں اور مفاد حاصل کرتے رہے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقالہ "گناہ بے گناہی" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ دعوت فکر از مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری زید مجدہ اور راقم کا مقالہ "شیشے کے گھر" جو البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" میں شامل کردیا گیا ہے۔

ایک عرصہ پہلے مشہور دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد عثمانی کا یہ مقالہ پڑھا تھا:

"دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ اور پیشوا تھے ان کے متعلق بعض

لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے، مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔" (مکالمۃ الصدرین (طبع دیوبند ص ۹)

ایک مدت تک یہ عقیدہ نہ کھل سکا کہ آخر حکومت انہیں ماہانہ چھ سو روپے (جو اس وقت کے پچاس ساٹھ ہزار سے کم نہیں ہوں گے) کیوں دیتی تھی ؟ اسے تھانوی صاحب کی ذات سے کیا فائدہ تھا؟ سندھ کے ایک صحافی انجم لاشاری نے ستمبر ۱۹۸۷ء میں جمعیت العلماء اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولوی محمد شاہ امروٹی (فرزند مولوی تاج محمود امروٹی) سے انٹرویو کیا جس میں مولوی محمد شاہ امروٹی نے دم مرگ راز سربستہ سے نقاب ہٹا دیا اور بتایا کہ تحریک ریشمی رومال کی ناکامی اور انگریز کے اس تحریک پر قابو پانے میں تھانوی صاحب کا ہاتھ تھا۔ جناب انجم لاشاری کا بیان ملاحظہ ہو!

اپنے انٹرویو میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے دل گرفتہ ہو کر بتایا کہ انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لمحہ بہ لمحہ مل رہی تھیں اور یہ لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھی اور یہ تھے .... مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا امروٹی کے بقول مولانا تھانوی کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر مسلمانوں کے لئے فوائد حاصل کئے جائیں۔ وہ چونکہ دار العلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے اس لئے انہیں تحریک خلافت اور جنود ربانیہ کے تمام پروگراموں

سے آگاہی رہتی تھی۔ انہوں نے ریشمی رومال کی حقیقت اور
انقلابی کارروائیوں کے لئے طے کردہ تاریخ سے اپنے گھر والوں
کو آگاہ کر دیا اور ان کے بھائی (مظہر علی) نے جو انٹیلی جینس کے
ایک اعلیٰ افسر تھے پورے قصے سے انتظامیہ کو خبردار کر دیا۔"
(انجم لاشاری ماہنامہ شوٹائم، کراچی: شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء، ص ۱۲۱)

اس وضاحت کے بعد یہ سوچنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ انگریز حکومت تھانوی صاحب کو ماہانہ چھ سو روپے کیوں دیتی تھی؟ علماء دیوبند کی ہمت قابل داد ہے کہ انہوں نے تھانوی صاحب کی پردہ داری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، یہ الگ بات ہے کہ حقیقت کسی نہ کسی وقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں سابق فضلاء کی ایک تنظیم تھی۔ "الانصار" اس کے قواعد و مقاصد میں ایک شق یہ تھی۔

جمیعۃ (الانصار) گورنمنٹ انگلشیہ کی (جس کے ظل عاطفت میں
ہم نہایت آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں اور
مذہبی تعلیم کی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوشش کر سکتے ہیں) پوری
وفادار رہے گی اور انارکسٹانہ کوششوں کے قلع قمع میں اپنے اثر سے
پورا کام لے گی۔ (ماہنامہ الہدیٰ لاہور۔ شمارہ رجب ۱۳۲، ص ۱۳۸)

چلتے چلتے ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ ۲۳، دسمبر ۱۹۱۲ء کو کسی نامعلوم شخص نے وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ پر بم سے حملہ کیا جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ اس حادثہ کا دیوبند کے ہر فرد کو صدمہ ہوا۔ باقاعدہ اساتذہ اور طلبہ کا اجلاس بلایا گیا اور بذریعہ تار اظہار ہمدردی کیا گیا، رپورٹ ملاحظہ ہو۔

دارالعلوم کے اہل شوریٰ، اساتذہ، موجود طلبہ، پرانے طلبہ

(جمیعۃ الانصار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دار العلوم نے دار العلوم کے تمام دوستوں کی طرف سے اظہار ہمدردی اور غصہ کا تار دیا۔ جس کا جواب نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔

الحمدللہ کہ ہز ایکسیلیسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں اور بفضل تعالے حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کے ساتھ روبترقی ہے۔

(ماہنامہ القاسم، دیوبند: شمارہ محرم ۱۳۳۱ھ، ص ۱)

یہ چند مثالیں ہیں تفصیل تو آپ پیش نظر مقالہ "انگریز کا ایجنٹ کون" میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ مقالہ علوم جدیدہ وقدیمہ کے فاضل صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی زید مجدہ کے تحقیقی مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ جس میں انہوں نے تحریک بالاکوٹ، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک پاکستان کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ اور تاریخی حوالوں سے بتایا ہے کہ علماء اہل سنت اور علماء دیوبند کا کردار کیا رہا؟ کس نے انگریز حکومت سے روابط استوار کئے اور کس نے مفادات حاصل کیئے؟ اور کون محض رضائے الٰہی کے لئے دین وملت کی پاسداری کرتا رہا۔ صاحبزادہ صاحب عظیم علمی اور دینی خانوادہ کے چشم وچراغ ہیں، ان کے جد امجد فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی اور والد گرامی فقیہ جلیل، محسن اہل سنت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے نوعمری کے باوجود مسلک اہل سنت وجماعت کی تائید وحمایت میں متعدد رسائل قلم بند کئے ہیں۔ اور بندیال ایسے دور افتادہ قصبے میں بیٹھ کر تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ پیش نظر مقالہ

کے مطالعہ کے بعد کسی بھی دیانت دار شخص کو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہو گا کہ امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا الزام لگانے والوں کے ہاں کتنی صداقت اور دیانت ہے ؟ اور وہ کس منہ سے حرف الزام زبان پر لاتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مقالہ نگار کسی کردار کشی کے درپے نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف حقائق کو یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور وہ بھی ٹھوس حوالوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کے علم و قلم میں برکتیں عطاء فرمائے اور انہیں احقاق حق کا فریضہ انجام دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

لاہور

باب اول

تحریک بالاکوٹ تاریخ وحقائق کے آئینے میں

۱۸۳۱ء میں معرکہ بالاکوٹ پیش آیا جس نے ہندوستانی مسلمانوں کے مستقبل پر منفی اثرات مرتب کیے۔ میری مراد سید احمد بریلوی کی تحریک سے ہے، جنہیں ان کے معتقدین جہاد کا نام دیتے ہیں۔ بعض متعصب العقیدہ قسم کے مؤرخین سلطنت اسلامیہ کے قیام اور تحریک آزادی ہند کے شجرے میں مولوی سید احمد بریلوی کی اس تحریک کو بھی شامل کرتے ہیں، مگر وہ اس عقدے کو حل نہیں کر پاتے کہ تاریخ ہند کے اس نازک دور میں جبکہ سیاسی تقاضے کچھ اور تھے۔ سکھوں کے خلاف ''لڑائی'' کیوں کی گئی اور اس بے سود کوشش میں وہ مسلمانوں سے بھی دو بدو ہوئے۔ اس تحریک کے نتیجے میں پاک وہند میں انگریزوں کے قدم اور جم گئے۔ جس وقت معرکہ بالاکوٹ پیش آیا، اس وقت انگریز ہندوستان پر چھا چکے تھے۔ ضرورت تھی کہ انگریزوں کی سختی سے مزاحمت کی جاتی۔ ایسے نازک دور میں اپنی قوت کو اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اور سکھ جو کہ انگریز کی آنکھوں میں ہر وقت کھٹکتے تھے، ان کے خلاف لگا دینا دانشمندی کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور یہ صرف میرا ہی خیال نہیں، بلکہ بانی جماعت اسلامی کا بھی یہی نظریہ ہے۔

بانی جماعت اسلامی کی شہادت

بانی جماعت اسلامی جناب مودودی لکھتے ہیں:

''جس وقت یہ حضرات (سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی) جہاد کے لیے اٹھے ہیں۔ اس وقت یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی کہ ہندوستان میں اصلی طاقت سکھوں کی

نہیں، انگریزوں کی ہے اور اسلامی انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی مخالفت اگر ہو سکتی ہے تو انگریز کی ہو سکتی ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ان بزرگوں کی نگاہ دور رس سے یہ پہلو ہی اوجھل رہ گیا۔ (تجدید و احیائے دین، اشاعت تیرھویں ص ۱۲۸)

جہاں تک سید صاحب اور ان کے رفقاء کی نام نہاد تحریک جہاد کا تعلق ہے، دراصل خالص وہابی سٹیٹ کی تخلیق و قیام کا بہانہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہوس ملک گیری اور امیر المومنین بننے کا ذوق تھا۔ اس تحریک کو عرب کی وہابی تحریک کا چربہ کہا جائے، تو غلط نہ ہو گا ان حضرات نے سکھوں سے کم اور پٹھان مسلمانوں سے زیادہ جہاد فرمایا اور انگریزوں میں سے تو ان حضرات کی جنگ و جدل اور جہاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد سے منع کرنے کے لیے کئی فتوے دیئے۔

سید احمد بریلوی کے انگریزوں سے تعلقات

"۱۲۳۱ء ہجری تک سید احمد بریلوی، امیر خاں کی ملازمت میں رہے، مگر ایک ناموری کا کام اس نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کروا دی۔ لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش ہوا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے بڑی مشکل سے امیر خاں کو شیشہ میں اتارا تھا۔"

(حیات طیبہ ص ۲۸۲ مصنفہ حیرت دہلوی)

قارئین کرام! خود فیصلہ فرمائیں کہ جو شخص انگریزوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان صلح کرانے کا کام سرانجام دے رہا ہو، وہ انگریزوں کا دشمن کیسے ہو سکتا ہے اور اس کا انگریز کا دشمن ثابت کرنا تاریخ کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے۔

مجاہدین تحریک بالاکوٹ کی گزران انگریزی امداد پر

مولوی عبید اللہ سندھی دیوبندی کی یہ عینی شہادت بھی ملاحظہ فرمایئے:

ایک دفعہ میں سرحد پار بیز کے مقام پر گیا .... میں اس امید میں کہ شاید سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی جماعت مجاہدین میں کوئی کرن دکھائی دے، ادھر چل دیا، وہاں پہنچ کر جو کچھ میں نے دیکھا وہ حد درجہ افسوسناک اور قابل رحم تھا۔ وہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو مجاہدین کے نام نامی سے یاد کی جاتی ہے۔ کسمپرسی کی حالت میں ہے اور اس کی گزران اور زندگی کس طرح صاحبزادہ خاں کی وساطت سے انگریزی حکومت کی مرہون منت ہے۔

(افادات وملفوظات عبید اللہ سندھی مصنفہ محمد سرور ص ۳۶۲)

سید احمد بریلوی کا انگریزوں سے جہاد کرنے سے روکنا

مشہور اہل حدیث عبدالرحیم صادق پوری الدر المنشور ص ۲۵۲ پر لکھتے ہیں:

"سید احمد صاحب کی برابر یہ روش رہی ہے کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آمادۂ جہاد کرتے تھے اور دوسری جانب حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے تھے۔"

یہ عبارت بتاتی ہے کہ لوگ اس وقت انگریز سے آمادۂ جہاد تھے، لیکن سید صاحب اپنی محبوب اور امن پسند انگریزی حکومت سے لوگوں کا رخ موڑ کر سکھوں کی طرف کر رہے تھے تاکہ ان کو ہندوستان پر قبضے پر آسانی رہے، وہ لوگ جو سید صاحب کو انگریز دشمن ظاہر کرتے ہیں، وہ سید صاحب کے دشمن تو ہو سکتے ہیں، محب نہیں، کیونکہ سید صاحب انگریز دوست تھے اور یہ سید صاحب کو انگریز دشمن کی صورت دیتے ہیں۔ سید صاحب کے خلیفہ دوم شاہ اسماعیل دہلوی کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

انگریزوں سے جہاد درست نہیں۔ اسماعیل دہلوی کا فتویٰ

مولوی جعفر تھانیسری سوانح احمدی ص ۷۱ پر لکھتے ہیں:

"یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا صاحب سے فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریز سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا، اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد درست نہیں۔"

انگریزوں کے حملہ آور پر مسلمان کا لڑنا فرض ہے: اسماعیل دہلوی کا فتویٰ

مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ ص ۲۲۳ پر لکھتے ہیں:

"کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا۔ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح بھی واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرہ بھی دست درازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے، بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"

مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی ضرورت تھی اور لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کرے اسی لیے ایک دوربین آدمی نے یہ سوال اسماعیل دہلوی کو انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے کیا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے سائل کی اصلی غرض کو سمجھتے ہوئے یہ جواب دیا کہ اگر کوئی انگریزی حکومت پر حملہ

کرے، تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے جنگ کریں۔

دیکھئے! انگریز سے کتنی محبت والفت ہے کہ تمام مسلمانوں پر انگریز کی اعانت و امداد فرض قرار دے رہے ہیں۔ ایسے انگریز دوست بزرگ پر جب چند لوگ انگریز دشمنی کاالزام عائد کرتے ہوں گے، توان کی روح کو بھی اذیت پہنچتی ہو گی۔

جناب شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص ۲۰ پر لکھتے ہیں:

"جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اتنے دور سکھوں سے جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو، انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں، وہ دین اسلام کے کیا منکر نہیں ہیں گھر گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو، یہاں لاکھوں آدمی آپ کے شریک اور مددگار ہو جائیں گے .... سید صاحب نے جواب دیا سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے، مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم وتعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔"

کتنا واضح سوال ہے اور کتنا واضح جواب ہے؟ اب بھی اگر سید صاحب کو کوئی انگریز دشمن کا طعنہ دے، تو اسے خلل دماغ ہی کہا جا سکتا ہے۔

سید احمد بریلوی کا انگریزوں کے ساتھ تعاون کرنا

مولوی منظور احمد نعمانی دیوبندی کی زیر ادارت لکھنؤ سے شائع ہونے والا "الفرقان" لکھتا ہے:

"مشہور یہی ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا، بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض موقعوں پر آپ کی امداد کی۔"

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نعمانی صاحب زبان خلق کو نقارۂ خدا

(کیوں) ذہن میں تامل کر رہے ہیں؟ جبکہ مشہور بھی یہی ہے اور اصل واقعہ بھی یہی ہے۔

اگر اتنی واضح حقیقت کسی کی سمجھ میں نہ آئے، تو پھر ہم بارگاہ الٰہی میں اس کی (صحت) دماغ کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔

انگریزوں کے ساتھ جہاد مذہبی طور پر واجب نہیں

شاہ اسماعیل دہلوی کا فتویٰ

سید احمد صاحب کے خلیفہ اسماعیل دہلوی کا بیان سنیے:

"مولوی اسماعیل صاحب نے یہ اعلان دے دیا تھا۔ سرکار انگریزی پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے، نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے، ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیتے ہیں"۔ (حیات طیبہ ص ۲۴۲، مصنفہ مرزا حیرت دہلوی)

سرکار انگریزی کا سکھوں کے زور کم کرنے کی خواہش

مولوی جعفر تھانیسری سید صاحب کی خدمات کا نُقشہ کھینچتے ہوئے سوانح احمدی ص ۱۳۹ پر لکھتے ہیں:

"سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی، مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔"

جعفر تھانیسری صاحب نے حقیقت بالکل آشکارا کر دی تھی کہ انگریز اس وقت سکھوں کا زور کم کرنا چاہتے تھے، اس لیے سید صاحب ان کے علاقہ میں سکھوں سے جہاد کے لیے رقم، اسلحہ اور آدمی آزادانہ طور پر جمع کرتے رہے۔ انگریز نے نہ روکا نہ رکاوٹ ڈالی، بلکہ مالی امداد و اعانت بھی کی اور جب یہ مجاہدین سکھوں سے جہاد کے لیے

سرحد گئے تو ان کی بیوی بچوں اور املاک کی پوری پوری حفاظت کی اور بعد میں ہندوستان سے جو مالی اور افرادی اعانت ہوتی رہی، اس میں بھی رخنہ اندازی نہیں کی۔ اگر سید صاحب سرحد میں جاکر انگریزی حکومت سے جہاد کا اعلان کرتے، تو انگریز مجاہدین کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیتے۔ ان کے رشتے داروں کو تکلیف اور اذیت پہنچاتے اور جائیداد ضبط کر لیتے، لیکن ایسا نہ ادھر سے ہوا اور نہ ادھر سے کارروائی ہوئی۔

سید احمد بریلوی کو انگریزی حمایت کا حاصل ہونا

آخر میں مولانا محمد میاں دیوبندی کا نقطہ نظر بھی معلوم ہو، شاید قبول حق کی توفیق ہو:

"جب تک اس تحریک کا تعلق انگریزی مقبوضات سے صرف اتنا رہا کہ رنگروٹ بھرتی کیے جائیں اور سرمایہ فراہم کیا جائے، تو انگریزی حکومت کے ذمہ داروں نے اس کی طرف کوئی التفات نہ کیا بلکہ انگریزوں نے اس کی حمایت کی"

(علماء ہند کا شاندار ماضی حصہ دوم ص ۲۴۱ مصنفہ مولانا محمد میاں)

انگریزوں کا سید احمد بریلوی کی جنگی ضروریات کو پورا کرنا

دیوبندی مکتبہ فکر کی اس سے بڑی شہادت ملاحظہ فرمایئے: جمعیت علماء ہند کے صدر اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی کتاب "آب حیات" جلد دوم ص ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

"جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔ کیا دیوبند کے شیخ الحدیث کا بیان جھوٹا ہے؟ کیا انہوں نے کتمان حق کیا ہے؟ یا حقیقت سے بے خبر تھے۔ حق چھپائے نہیں چھپتا۔ ایک روز ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ سید صاحب نے

مصلحت کے تحت انگریزوں سے اپنے روابط اور تعلقات کو چھپانے کی کوشش کی، ناکام ہو گئے۔ سید صاحب جہاں بھی گئے، انگریز دوستی کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی۔

انگریزوں کے جاسوس

محمد اسماعیل پانی پتی حاشیہ مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۲۵۱ پر لکھتے ہیں:

"جب حضرت سید شہید بہ عزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقہ میں داخل ہوئے جو اس وقت انگریزوں کی عملداری میں نہ تھے، تو ان کے متعلق عام طور پر شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ اس بناء پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔

سید احمد بریلوی کے لیے انگریزی کھانا

"اتنے میں دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں؟ حضرت سید احمد نے جواب دیا میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انہوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت سید احمد قافلہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پاکر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا، تیار کرنے کے بعد لایا ہوں۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلہ میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا"۔

(سیرت سید احمد مصنفہ ابوالحسن ندوی حصہ اول ص ۱۹۰)

باب دوم

سید احمد بریلوی کی حکومت کے کارنامے

سید صاحب جب سرحد پہنچے، تو ابتداء میں سرحدی مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا اور کچھ علاقے پر ان کا قبضہ گیا اور سید صاحب کی حکومت قائم ہو گئی۔ اب سید صاحب کی حکومت کا نقشہ مؤرخین کی زبانی ملاحظہ فرمایئے

مرزا حیرت دہلوی حیات طیبہ ص ۲۸۱ پر لکھتے ہیں:

"تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی۔ انتظام سلطنت ان مسجد کے ملاؤں کے ہاتھ میں تھا، جن کا جیش سوائے مسجد کے دادورسن کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب ان کو حاکم امور سلطنت بنادیا گیا تھا"۔

جناب شیخ اکرام "موج کوثر" ص ۳۱ پر لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب کے بعض ساتھیوں کا رویہ ہمدردی اور معاملہ فہمی کا نہ تھا، بلکہ وہ جلد ہی فاتحانہ تشدد پر اتر آئے۔

اب فاتحانہ تشدد کی مثال بھی ملاحظہ فرمائیں:

مولوی مظہر نے یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں ہیں، سب کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں، ورنہ اگر کسی کے گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی، تو اس گھر کو آگ لگادی جائے گی"۔

(حیات طیبہ ص ۲۸۲ مصنفہ مرزا حیرت دہلوی)

یہ ہے فاتحانہ تشدد کا ادنیٰ مظاہرہ یہ معاملہ افہام تفہیم سے بھی ہو سکتا تھا۔ کیا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ایک عورت نکاح ثانی نہیں کرنا چاہتی تو کیا آپ اس کے مکان کو آگ لگادیں گے؟ کیا قرآن وحدیث میں ایسا کوئی حکم ہے؟ عیش ونشاط

کے دلدادہ اور عورتوں کے رسیا وہابی مجاہدین نے نکاح ثانی کی آڑ میں کیا کھیل کھیلے،
انہوں کی زبانی سنیئے:

سید احمد بریلوی کے نام نہاد غازیوں کا راہ چلتی دوشیزوں سے زبردستی نکاح

مرزا حیرت دہلوی "حیات طیبہ" ص ۲۸۰ پر لکھتے ہیں:

"سید صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر فائز فرمایا تھا کہ وہ شرح محمدی کے مطابق عمل درآمد کریں، مگر ان کی بے اعتدالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کرلیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جارہی ہیں۔ مجاہدین میں سے کسی شخص نے پکڑا اور مسجد میں لے جاکر نکاح پڑھوالیا۔

تحریک بالاکوٹ کے نام نہاد مجاہدوں کا نوجوان لڑکیوں سے زبردستی نکاح کرنا

یہی مرزا حیرت دہلوی "حیات طیبہ" ص ۲۸۱ پر رقمطراز ہیں:

"ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی کہ میرا نکاح ثانی ہو، مگر مجاہد زور دے رہے ہیں، نہیں ہونا چاہیے۔ آخر ماں باپ اپنی نوجوان لڑکی حوالہ مجاہد کرتے اور ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔"

تحریک بالاکوٹ کے مجاہدین کی اکثریت کا برا ہونا

مجاہدین کیسے لوگ تھے؟ یہ سید صاحب کے جاں نثار کی زبانی سینے:

"مجاہدین میں سب طرح کے آدمی تھے، برے بھی بھلے بھی، بلکہ ایک اندازہ کیا گیا ہے کہ برے زیادہ اور بھلے کم تھے"۔ (حیات طیبہ ص ۲۸۰ مصنفہ مرزا حیرت دہلوی)

سید احمد بریلوی کا پہلا جہاد مسلمانوں سے کرنا

حکیم الامت علماء دیوبند کی شہادت

''سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔ سید صاحب نے پہلے اپنا قاصد یار محمد خاں کے پاس بھیجا اور پیغام سنایا۔ اس نے جواب دیا سید صاحب سے کہہ دو کیوں عبث جنگ پر آمادہ ہے؟..... المختصر لڑائی ہوئی اور یار محمد خاں نے ہزیمت پائی۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۱۷۳، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

علماء دیوبند کے گھر کی ایک اور شہادت

''مولوی عبدالحی دہلوی، مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے۔ یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا''۔

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰ مصنفہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی)

وجہ قتل شہید لیلیٰ مجد

بعض لوگ احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کو شہید بالاکوٹ قرار دیتے ہیں، حالانکہ ان لوگوں کا قتل کسی جہاد فی سبیل اللہ میں نہیں ہوا۔ ''تاریخ ہزارہ'' ہی اٹھا کر دیکھ لیں۔

''جرگہ یوسف زئی کے پٹھان جو کہ سکھوں امقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے اور مولوی اسماعیل کے حامی ہو چکے تھے۔ ان کے خاندانوں میں یہ رواج تھا کہ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی دیر سے کرتے تھے۔ مولوی اسماعیل نے خلیفہ سید احمد کو اس کی اطلاع دی، تو خلیفہ صاحب نے ان پٹھانوں پر شرعی حکومت کا زور دے کر بیس لڑکیاں اپنے پنجابی ہمراہیوں سے بیاہ لیں اور کچھ پٹھانوں کو راضی کر کے دو لڑکیوں سے خود نکاح کر لیا۔ اس معاملہ سے تمام یوسف زئی جرگہ میں مولوی اسماعیل اور سید احمد کے

متعلق نفرت پھیل گئی اور ان لوگوں نے سید احمد کی بیعت توڑ دی اور اپنی لڑکیاں واپس لینے کا مطالبہ کر دیا مولوی اسماعیل وغیرہ نے انکار کیا۔ پھر سید احمد اور مولوی اسماعیل نے ان پٹھانوں پر کفر کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جہاد کرنا فرض قرار دے دیا۔ ادھر پٹھانوں نے تنظیم قائم کرلی۔ ادھر مولوی اسماعیل پٹھانوں سے مقابلے کے لیے نکلا۔ ایک یوسف زئی پٹھان نے ایسی گولی چست کی کہ سب سے اول مولوی اسماعیل ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد پنجابی بھاگ گئے اور پٹھان کامیاب ہو گئے"۔ (تاریخ ہزارہ)

سید احمد بریلوی کا انتظامیہ کے قتل کی وجہ جواں سال لڑکیوں سے زبردستی نکاح ہے۔ روزنامہ "نوائے وقت" کی شہادت

مولانا عبید اللہ سندھی کے مطابق سید صاحب کی انتظامیہ کے کارکنوں کا مختلف دیہات میں ایک ہی رات میں موت کے گھاٹ اتارے جانے کا سبب اس علاقہ کی جواں سال بیوہ لڑکیوں کا مجاہدین سے زبردستی نکاح کرنا تھا۔ غلام رسول مہر نے جو سید صاحب کے بہت مداح ہیں، ان کی حکومت کی تنگ نظری اور تشدد کے کئی واقعات بیان کیے ہیں۔ (روزنامہ "نوائے وقت" ملتان ۷، ۲ر نومبر ۱۹۷۸ء)

ازالہ غلط فہمی

بعض متعصب لوگ تحریک بالاکوٹ کو برصغیر پاک و ہند کی آزادی کی تحریکوں میں شامل کرتے ہیں اور اس تحریک کو جنگ آزادی کی بنیاد قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے بلکہ ہندوستان کی آزادی کی تحریکوں پر تحریک بالاکوٹ کے منفی اثرات مرتب ہوئے۔ اس دور میں انگریز کے پیش نظر مسلمان اور سکھ دو بڑی طاقتیں تھیں، جن سے نبرد آزمائی جان جوکھم کا کھیل تھا۔ انگریز نے بڑی عیاری سے سید صاحب کے کام میں امداد کی تاکہ دونوں مقامی طاقتیں آپس میں ٹکرا کر ختم یا کمزور ہو

جائیں مسلمان سکھوں سے ٹکرانے کے بعد مذہبی اختلاف کی وجہ سے آپس میں الجھے اور ۱۸۳۱ء بالاکوٹ میں اپنا کام تمام کر لیا۔ اب انگریز کے سامنے صرف سکھ باقی رہ گئے تھے۔ ان سے سرحدی امن کا معاہدہ کیا اور بعد میں دوسرے معاہدے کے تحت پنجاب پر قبضہ کر لیا جو ڈیڑھ سو سال تک قائم رہا۔ سید صاحب کی تحریک سے انگریزوں کو فوری فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں اور سکھوں کی توجہ انگریز سے ہٹ کر ایک دوسرے پر لگ گئی اور انگریزوں کو پیر جمانے کا موقع مل گیا۔

مولوی محمد اسماعیل پانی پتی کی شہادت

"جناب خلیق احمد نظامی نے "۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ" کے دیباچہ میں ص ۱۵ پر سر سید احمد خاں مرحوم کے یہ چند فقرے نقل کر کے اور ان کی تائید میں ہنٹر کے بے بنیاد الزامات کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف پیدا ہونے والی تحریکوں کے بانی دراصل حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید ہی تھے اور ۱۸۵۷ء میں جو کچھ ہوا، وہ ان دونوں حضرات کی تبلیغ کا نتیجہ تھا، مگر اس بیان کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل صاحب کی عملی زندگی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے، چنانچہ ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے تعلقات اچھے تھے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔" (مقالات سر سید حصہ شانزدہم ص ۳۱۸)

"سید صاحب اور شاہ صاحب نے جو کام نہیں کیا اور جس کے کرنے کا نہ کبھی اظہار کیا اس کو خواہ مخواہ ان کے ذمے لگانا تاریخ کے ساتھ ظلم کرنا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد ہر مذہبی جماعت اپنے اپنے اکابر کو انگریز دشمن ثابت کرنے میں مصروف ہے۔ یہی جذبہ شاہ صاحب اور سید صاحب کو انگریز دشمن ثابت کرنے کے لیے مجبور کر رہا ہے۔" (مقالات سر سید حصہ شانزدہم ص ۳۱۹)

اہم سوال

قارئین کرام! آپ اب سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریک کی غرض و غایت سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرے۔ بے شک تاریخی حقائق سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سید احمد بریلوی کی اس تحریک کا آزادی کی تحریکوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور ان کی تحریک کے نتیجے میں ہندوستان میں انگریزوں کے قدم پہلے سے زیادہ جم گئے، لیکن آج کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ سید احمد بریلوی کو مجاہد فی سبیل اللہ اور ان کی تحریک کو تحریک جہاد کیوں سمجھتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب ہمارے ارباب قلم کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے؟

ہمارے ارباب قلم سرف اور صرف سید احمد بریلوی سے فکری اتحاد کی وجہ سے تحریک بالاکوٹ کو تحریک جہاد کا نام دیتے رہے۔ غلام رسول مہر مورخ ہونے کے ساتھ سید احمد بریلوی سے فرط عقیدت کے جذبات بھی رکھتے ہیں۔ اس عقیدت کو حال رکھنے کے لیے محض قیاس اور دروغ نویسی سے بھی گریز نہیں کیا۔ چنانچہ غلام رسول مہر "افادات مہر" ص ۲۳۱ پر خود رقم طراز ہیں:

"میں مجاہدین کی شان و آبرو کو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں۔ اگرچہ وہ بعض سابقہ روایات اور توجیہات کے مطابق نہ ہوں۔"

مہر صاحب نے سب سے پہلے سید احمد بریلوی کا تاریخی پھر شرعی مجسمہ تیار کر کے نئی پود کے سامنے رکھا اور اس کا تصور دل و دماغ میں بسانے کے لیے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کورس میں شامل کرا دیا جس کے نتیجہ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات سید احمد بریلوی، کو مجاہد فی سبیل اللہ کا خطاب دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سید صاحب کے سارے سوانح نگاروں میں مہر صاحب ہی ایسے ہیں جنہوں نے یہ نکتہ اٹھایا کہ وہ انگریزوں سے لڑنا چاہتے تھے، سکھ تو ویسے ہی آ گئے۔

باب سوم

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علماء دیوبند کا کردار

اکابر علماء دیوبند نے جنگ آزادی میں بھی اپنی سابقہ روایات پر عمل کرتے ہوئے ملک وملت سے غداری اور انگریز دوستی کا پورا پورا ثبوت دیا۔ اکابر علماء دیوبند نے جنگ آزادی میں کیسے ثبوت دیا، اس کا اندازہ آئندہ کے چند حوالوں سے بخوبی ہو جائے گا۔ ہوا یوں کہ کسی مخبر نے ذاتی دشمنی کی بناء پر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی (بانی دار العلوم دیوبند) کے باغی ہونے کی مخبری کر دی۔ اس سے آگے علماء دیوبند کے سرکردہ آدمی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی زبانی سینئے:

مولوی رشید احمد گنگوہی اور بانی دار العلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی کا اپنی مہربان سرکار (انگریزی) کا دلی خیر خواہ ہونا

"یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے، مگر دشمن کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی اور مفسد و سرکاری خطاکار ٹھہرا رکھا تھا، اس لیے گرفتاری کی تلاش تھی، مگر حق تعالیٰ کی حفاظت بر سر تھی اور اس لیے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات (مولوی رشید احمد گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے" (تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۷۷ مصنفہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی)

اس سے آگے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

"آپ کو استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں، تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا، تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے کرے"۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۸۰)

اکابرین دیوبند کا انگریز کے باغیوں سے لڑنا

حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دیر جتھا اپنی سرکار (انگلشیہ) کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے اور ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار انگلشیہ پر جاں نثاری کے لیے تیار ہو گیا .... چنانچہ آپ پر فائرنگ ہوئی اور حضرت حافظ ضامن صاحب زیر ناف گولی کھا کر شہید ہو گئے

(تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۷۴ مصنفہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی)

مذکورہ بالا حوالہ جات کے بعد عقل سلیم رکھنے والے شخص سے جنگ آزادی میں علماء دیوبند کا کردار چھپا ہوا نہیں رہ جاتا، بلکہ یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ انگریز کے سچے اور پکے وفادار بلکہ جاں نثار تھے اور علماء دیوبند کے پیر و مرشد انگریز کا حق نمک ادا کرتے کرتے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

محمد میاں ناظم جمعیت علماء ہند کا کھلا اعتراف

دوسری تنظیم جو اس تحریک کے زمانے میں موجود تھی، وہ تنظیم ہے جس کو وہابی تحریک کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے، جس کا مرکز صادق پور تھا۔ یہ تنظیم بحیثیت تنظیم تحریک سے الگ رہی، بلکہ اگر مولانا عبدالرحیم صاحب مصنف "الدر المنشور" کا قول صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو یہ تنظیم ۱۸۵۷ء کی تحریک کے مخالف رہی۔"

(علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم، ص ۲۱۳)

قارئین کرام! وہابیوں دیوبندیوں کا اپنا آدمی واضح الفاظ میں اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ وہابی حضرات کی اکثریت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مخالف رہی۔

تحریک پاکستان اور علماء دیوبند

علماء دیوبند مجموعی طور پر تحریک پاکستان کے مخالف اور گاندھی کی سیاست کے پیرو کار رہے ہیں۔ مولوی حسین احمد مدنی، مولوی محمود الحسن، ابوالکلام آزاد، عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولوی کفایت اللہ، مولوی احمد سعید وغیرہ نے جس شدومد سے تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور کانگریسی نقطہ نظر کی حمایت کی، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مسلم لیگ کی طرف جب ان لوگوں کو دعوت دی گئی کہ آپ بھی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آجائیں تاکہ مل جل کر آزادی وطن کی کوشش کی جائے، تو علماء دیوبند نے اتنی زیادہ رقم کا مطالبہ کیا کہ جس کے ادا کرنے سے مسلم لیگ قاصر تھی۔

ادارہ دیوبند کا مسلم لیگ کی حمایت کے لیے پچاس ہزار روپے طلب کرنا

خواجہ رضی حیدر (کراچی) "قائداعظم کے ۷۲ سال" میں لکھتے ہیں:

"ان اجلاسوں (۱۹۳۶ء) سے مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات مسلم لیگ کے لیے پیش کردے گا۔ بشرطیکہ پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لیے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی، جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی۔ اس لیے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے، اس لیے صرف قومی جذبے کے پیش نظر کام کیا جائے۔"

مرزا ابوالحسن اصفہانی کی شہادت

مرزا اصفہانی "قائداعظم میری نظر میں" لکھتے ہیں:

"ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ کانگریس کی طرف ڈھلنے لگے اور کانگریس پارٹی کے لیے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی۔"

علماء دیوبند کی اکثریت کا مسلم لیگ و قائداعظم کو گالیاں دینا

وقار انبالوی کی شہادت

"نوائے وقت" کے کالم نگار اور شاعر وقار انبالوی لکھتے ہیں

"علماء دیوبند کی اکثریت بلحہ غالب اکثریت حضرت قائداعظمؒ سے سوء ظن تھی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کے سوا سبھی مخالفت کا اظہار کرتے رہے۔۔۔۔ سبھی مسلم لیگ اور قائداعظم کا نام لے کر ایسی جلی کٹی سناتے جو کسی غیر مسلم کے منہ میں بھی زیب نہ دیتی۔ مثال کے طور پر قائداعظم کو انہی بزرگوں نے کافراعظم کہا۔"

(روزنامہ نوائے وقت ۱۹ر جنوری ۱۹۷۹ء)

تحریک پاکستان میں ابوالکلام آزاد کا کردار

"مولانا ابوالکلام نے تحریک پاکستان میں کانگریس کا ساتھ دیا اور انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ ۱۹۳۱ء میں جب مولانا آزاد کی تفسیر چھپ کر آئی، تو اس وقت تک وہ پکے قوم پرست بن چکے تھے۔ انہوں نے یہ تفسیر بھی گاندھی کی پالیسیوں اور کانگریسی نظریات کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے کے لیے لکھی۔ یہی وجہ ہے کہ متعصب ہندو (جسے قرآن کی تفسیر سے کوئی غرض نہیں ہو سکتی) گاندھی نے اس تفسیر کے بعض حصوں کا ہندی میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس حقیقت کو خود گاندھی کی زبان میں ملاحظہ فرمائیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ۱۹۳۱ء میں ایک تقریر کے دوران کہا:

"مجھے ایک عرصہ سے خیال تھا کہ اسلام ایک ایسا تنگ نظر مذہب نہیں ہو سکتا کہ وہ نجات و سعادت کو اپنے پیروں تک ہی محدود رکھے اور سچائیاں صرف اپنے ہی اندر بتائے، لیکن مجھے اس بات کی سند کہیں سے نہ ملتی تھی۔ اب جو مولانا آزاد نے تفسیر شائع کی ہے، تو مجھے اپنے اس خیال کی سند مل گئی ہے کہ اسلام تمام مذاہب میں یکساں سچائیوں کا مدعی ہے، لہٰذا ہم نے اس تفسیر کے متعلقہ ٹکڑوں کا ہندی میں ترجمہ کر کے عام شائع کروایا ہے۔ (مسلم انڈیا از اکاش برنی مطبوعہ سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور ص ۱۳۵)

ابوالکلام آزاد ادیب و صحافی ہونے کے ساتھ مفسر قرآن بھی تھے، لیکن کانگریس پر اسے عاشق ہوئے کہ ان کی تفسیر بھی "گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ" ہو کر رہ گئی، بقول اکبر الہ آبادی مرحوم ؎

یہ کانگریسی ملاں میں تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے بھی غالباً اسی پس منظر میں کتنے درد سے فرمایا ؎

"احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا دیتے ہیں پاژند

تحریک پاکستان کے ایک مخلص کارکن مولانا ظفر علی خاں، ابوالکلام کے متعلق فرماتے ہیں

جہاں اسلام کا نام آئے، تو خاموش رہتا ہے
قسم ہے مجھ کو اے آزاد تیری بو الکلامی کی

تحریک پاکستان میں حسین احمد مدنی دیوبندی کا کردار

مولوی حسین احمد مدنی نے کہا "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یعنی ایک وطن میں رہنے والے خواہ وہ مسلمان یا ہندو اور سکھ، ایک ہی قوم ہیں۔ علامہ اقبال علیہ

ار حمہ نے اس نظریہ کو غیر اسلامی قرار دیا اور اپنے عقیدے کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ ۔۔۔ حسین احمد زدیوبند اینچہ بوالعجبی است

سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است ۔۔۔ چہ بے خبر زمقام محمد عربی است

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

مولوی حسین احمد مدنی کے متعلق مولانا ظفر علی خاں چمنستان ص ۱۷۷ پر فرماتے ہیں:

حسین احمد سے کہتے ہیں خزف ریزے مدینے کے

کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگم کے موتی پر

قارئین کرام! مسلم لیگ کے متعلق مولانا حسین احمد مدنی کے ارشادات عالیہ سن لیں تاکہ ان کی کانگریس نوازی آپ پر بھی واضح ہو جائے۔

''لیگ ایک طرف زور و شور سے علماء کے اقتدار کو مٹانے کے لیے بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ علی الاعلان مجامع میں آواز کس رہی ہے۔ مشرقی اور اس کی جماعت ''مولوی کے ایمان'' کے نام سے اہل دین سے انتہائی نفرت پھیلا رہی ہے۔ مودودی صاحب اور ان کے ہم نوا کس زور سے حملے کر رہے ہیں۔ قادیانی ایک طرف زہریلی گیس پھیلا رہے ہیں۔'' (ملفوظات شیخ الاسلام ص ۱۰۹ طبع دیوبند)

''ان کے نکل جانے کی وجہ سے لیگ میں جان باقی نہیں رہی تھی۔ موجودہ عناصر کا بڑا حصہ تقریباً امن سبھا کا ممبر اور گورنمنٹ کا کلمہ پڑھنے والا تھا۔ ہم نے اسی بناء پر کبھی لیگ کا رخ نہیں کیا۔'' (ملفوظات شیخ الاسلام ص ۱۱۳ طبع دیوبند)

مولوی حسین احمد مدنی کہتے ہیں

"انگریز کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ اسی اصول پر عمل
بر آمد کے ذریعے اس نے ہندوستان پر قبضہ کیا اور آج تک کیے ہوئے ہے۔ اسی اصول کی
بنیاد پر اس نے کانگریس کے مقابلے میں ۱۹۰۶ء میں لیگ اور مہا سبھا کی بنیاد ڈالی۔"
(ملفوظات شیخ الاسلام ص ۱۷۶)

قارئین دیکھیے! مولوی حسین احمد مدنی کیسے عجیب وغریب انکشافات فر
رہے ہیں اور ان کے نزدیک مسلم لیگ ساختہ انگلینڈ تھی۔ آگے لکھتے ہیں

"کیا لیگ کو ہائی کمان اور اعلیٰ عہدیداروں کو اسلام اور مذہب سے قریب کا تو
درکنار، دور کا بھی واسطہ رہا ہے یا اب موجود ہے۔ کیا لیگ کے زعماء میں کلیت یا اکثریت
مخلص غیور لوگوں کی ہے یا خود غرضوں اور جاہ پرستوں کی وزارت اور عہدوں کے
بھوکوں کی۔" (ملفوظات شیخ الاسلام ص ۱۷۷ طبع دیوبند)

مولوی حسین احمد مدنی کے نزدیک مسلم لیگ بے دینوں اور بے غیرتوں کی
جماعت تھی، اس لیے تو انہوں نے مہاتماؤں اور پنڈتوں، دوسرے لفظوں میں بے طمع
، نیک، متقی لوگوں کی جماعت کانگریس میں شمولیت فرمائی تھی۔

علماء دیوبند کے پیشواؤں نے قائداعظم کے ناموس پر بڑے ظالمانہ انداز میں
یلغار کی ہے۔ اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے دل درد میں ڈوب جاتا ہے۔ قلم لہو اگلنے لگتا
ہے، مگر کیا کریں ان کی دریدہ دہنی نے ہم سے وہ بھی لکھوایا، جو ہم لکھنا نہیں چاہتے تھے:

"جو امور ڈاکٹر خان، عبدالغفار خاں، یونس خان کے جناب نے ذکر فرمائے
ہیں، یقیناً موجب صد ہزار افسوس ہیں، مگر ذرا ادھر بھی تو نظر دوڑائیے خود قائداعظم
نے سول میرج پر ۱۹۱۷ء میں یا اس کے قریب اپنا نکاح ایک پارسی لڑکی سے کیا۔ پھر ان
کی بیٹی نے ۱۹۳۷ء میں سول میرج پر ایک عیسائی کے ساتھ اپنا نکاح بمبئی میں ایک

کر جا میں کیا اور نکاح سے قبل پونہ میں چھ ماہ یا اس سے زائد بغیر نکاح کے ایک ہوٹل میں دونوں مجتمع ہو کر کورٹ شپ کرتے رہے"۔ (ملفوظات شیخ الاسلام ص ۱۲۲)

قارئین کرام! مولوی حسین احمد مدنی بلبائے قوم حضرت قائداعظم پر ایک بہتان باندھا ہے، کیونکہ قائداعظم نے رتن بائی کو پہلے مسلمان کیا اور اس کے بعد اس سے نکاح کیا۔ چنانچہ یہ بات "سول اینڈ ملٹری گزٹ" مؤرخہ ۲۱/اپریل ۱۹۱۸ء میں موجود ہے۔

"صدر دیوبند مولوی حسین احمد مدنی کانگریسی صدر جمیعۃ العلماء ہند نے قائداعظم کو کافر اعظم قرار دیا اور مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا"۔ (مکالمۃ الصدرین مصدقہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی)

تحریک پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا کردار

جمعیت علماء ہند کا وفد مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس محض اس لیے آیا تھا کہ آپ مسلم لیگ کی حمایت کیوں کر رہے ہیں، جبکہ باقی سب دیوبندی تو کانگریس کے ساتھ ہیں، تو ان سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے شکوہ کے طور پر کہا:

"دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کیے، جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ میرے قتل تک کے حلف اٹھائے گئے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازے میں پھینکے گئے کہ اگر ہماری ماؤں بہنوں کی نظر پڑ جائے، تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔" (مکالمۃ الصدرین ص ۳۳ مصنفہ مولوی طاہر احمد قاسمی دیوبندی)

دارالعلوم دیوبند کی موجودہ انتظامیہ نے کانگریس کے ساتھ اپنے پرانے مراسم کی یاد پھر تازہ کر دی ہے کہ جشن صد سالہ دیوبند کی صدارت اندرا گاندھی سے کروائی اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ہندوؤں نے بھی اپنے پرانے مراسم کا خوب بھرم

رکھا ہے کہ بجنے گاندھی نے جشن دیوبند کے شرکاء کو تین روز تک کھانا دیا جو پلاسٹک کے لفافوں میں بند تھا۔ (کتنے شرم کی بات ہے کہ ہندو عورت کی صدارت کرائی جائے اور ان کا کھانا کھایا جائے)(روزنامہ امروز ۱۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

مولوی حبیب الرحمان لدھیانوی دیوبندی

"مولوی حبیب الرحمان لدھیانوی میرٹھ میں ایک دفعہ اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیس کر کہنے لگے: "دس ہزار جینا (محمد علی جناح) اور شوکت اور ظفر (مولانا ظفر علی خاں) جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں"۔

(چمنستان ص ۱۶۵ از مولانا ظفر علی خاں)

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری

عطاء اللہ شاہ بخاری بھی کانگریسی تھے اور انہوں نے مکمل طور پر تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور وہ ہندو دوستی میں اس قدر آگے نکل گئے تھے کہ۔

"دیناج پور جیل میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنا نام پنڈت کرپارام برہمچاری رکھ لیا تھا۔"(کتاب عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۷۳)

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے، وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں۔"(چمنستان ص ۱۶۵ از مولانا ظفر علی خاں)

"عطاء اللہ شاہ بخاری نے پسرور کانفرنس ۱۹۴۶ء میں کہا کہ پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے۔"

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۸۸۳)

مولانا ظفر علی خاں نے امیر الاحرار عطاء اللہ شاہ بخاری کی یوں دھجیاں اڑائی ہیں۔

ہندوؤں سے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے
پانچ ککوں کا ہے پابند شریعت کا امیر
اس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
سب یہ ذلت اسی طبقہ غدار سے ہے
(چمنستان ص ۴)

احرار کا جنازہ

اللہ کے قانون کی پہچان سے بیزار
اسلام اور ایمان، احسان سے بیزار
ناموس پیغمبر کے نگہبان سے بیزار
کافر سے حوالات، مسلمان سے بیزار
اسی پر ہے دعویٰ کہ ہیں اسلام کے احرار
احرار کہاں کے یہ ہیں اسلام کے غدار
پنجاب کے احرار، اسلام کے غدار

جا کے کہے ان سے کوئی اللہ کا بندہ
جب دین کی حرمت کا گلے میں نہیں پھندا
اور شرع کی تذلیل ہے احرار کا دھندا
پھر کیوں ہیں مسلمانوں سے چندے کے طلبگار
پنجاب کے احرار، اسلام کے غدار

سوجھی ہے شہداء پر انہیں مردار کی پھبتی
سکھوں کی یہ پھبتی ہے نہ سرکار کی پھبتی
توحید کے بیٹو! یہ ہے احرار کی پھبتی
گمراہ ہیں خود اور ہمیں کہتے ہیں غلط کار
پنجاب کے احرار، اسلام کے غدار

اللہ کے گھر کوئی ڈھادے تو یہ خوش ہیں
مسجد کے نشاں کوئی مٹادے تو یہ خوش ہیں
مسلم کا کوئی خون بہادے، تو یہ خوش ہیں
لاہور میں آثار قیامت ہیں نمودار
پنجاب کے احرار، اسلام کے غدار

ایک دفعہ مسلم لیگ اور کانگریس کے سٹیج قریب قریب لگے ہوئے تھے اور کانگریس کے سٹیج پر عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر کر رہے تھے اور مسلم لیگ سٹیج پر حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی تقریر کر رہے تھے۔ لوگ عطاء اللہ شاہ بخاری کے سٹیج کو چھوڑ کر مسلم لیگ کے سٹیج کی طرف آنے لگے، تو اس موقع پر مسلم لیگ سٹیج پر مولانا ظفر علی خاں موجود تھے۔ آپ نے وہاں ایک رباعی کہی۔

ہوں آج سے مرید میں عبدالغفور کا　　چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا
ہند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ　　سو اس سے کیا مقابلہ ہو اس بے شعور کا

تحریک پاکستان میں جمعیت علماء ہند کا کردار

جمعیت علماء ہند اگرچہ بڑے بڑے بالغ نظر لوگوں پر مشتمل تھی لیکن سیاسیات میں وہ آخر دم تک حتیٰ کہ انتقال اقتدار اور تقسیم اقتدار جیسے اہم اور نازک مسائل میں بھی اس کی آواز ہندو کے نعرہ مستانہ کی صدائے بازگشت ثابت ہوئی۔

اس نے بھی ہندو کی دلداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ لاہور کی شاہی مسجد رام بھج دت چودھری اور دہلی کی جامع مسجد میں سوامی شردھانند اس دلداری کی وجہ سے منبر امامت پر جا دراجے تھے۔ اگرچہ اس مقام و منصب کے وہ نہ تو کسی طرح اہل تھے نہ حقدار"۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۷ رجولائی ۱۹۷۸ء)

علماء دیوبند کی مسلم لیگ کی مخالفت کے متعلق چودھری حبیب احمد کی شہادت

مولوی حبیب الرحمن اور عطاء اللہ شاہ بخاری نے قائداعظم کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدیوں سے تشبیہ دی" (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۸۸۳)

مشہور مورخ جناب رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں "جمعیت العلماء اور خاکسار اور دیگر جماعتوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک محاذ بنا لیا تھا۔ دیوبند کے طلباء کی جماعت مولانا حسین احمد مدنی کی سربراہی میں شہر شہر اور قریہ قریہ گشت کر رہی تھی، جہاں موقع ملتا مولانا آزاد بھی وہاں پرواز کر کے پہنچ جاتے۔ غرض تفریق بین المسلمین اور تضعیف شوکت مومنین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔ ان کا کوئی عظیم الشان جلسہ ایسا نہ ہوا جس میں مسلم لیگ اور قائداعظم کو ایک ایک منہ سو سو گالیاں نہ دی گئی ہوں۔" (آزادی ہند ص ۱۶۷)

مفتی محمود اور ان کے لڑکے فضل الرحمٰن کا کھلا اعتراف

قارئین کرام! آجکل علماء دیوبند کی ذریت اس بات پر مصر ہے کہ تحریک پاکستان میں ان کے اکابرین نے بڑا کام کیا تھا اور پاکستان انہی کے اکابرین کی کوششوں کے نتیجے میں بنا۔ مفتی محمود اور ان کے لڑکے فضل الرحمٰن نے کھلے انداز میں تحریک پاکستان کی مخالفت کرنے کا اعتراف کر کے علماء دیوبند پر تحریک پاکستان کی حمایت کا الزام لگانے والوں کا منہ بند کر دیا ہے روزنامہ نوائے وقت ۷ اجولائی ۱۹۸۵ء لکھتا ہے۔

"جمعیت العلماء اسلام کے ایک گروپ کے لیڈر مولانا مفتی محمود کے فرزند دلبند مولانا فضل الرحمٰن اطال اللہ عمرہ نے ملتان میں قومی کونسل برائے شہری آزادی کے کونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تاریخ میں دو دفعہ اسلام کے نام پر دھوکہ کیا گیا ہے۔ پہلی بار تو تحریک پاکستان میں اسلام کے نام پر برطانوی ہند کے دس کروڑ مسلمانوں کو دھوکہ دیا گیا اور آج پھر اسلام کے نام پر دھوکہ دیا جا رہا ہے اور پرانی روایت دہرائی جا رہی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن کے والد نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ الحمد للہ ہم پاکستان بنانے کی غلطی میں شامل نہیں تھے"۔ اس کے علاوہ ترجمان اسلام ۷ اجون ۱۹۶۶ء کے اداریے میں مفتی محمود کا قول موجود ہے۔ "ہم تحریک پاکستان کے حق میں نہ تھے"۔

باب پنجم

علماء دیوبند اور انگریزوں کی مالی امداد

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا انگریزوں سے تنخواہ پانا

دیوبندی شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثانی جمعیت علماء ہند کے وفد کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے، مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا"۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۱۶ مرتبہ مولوی طاہر احمد قاسمی دیوبندی و مصدقہ مولوی شبیر احمد عثانی دیوبندی)

مولوی اشرف علی تھانوی کا اپنا بیان

"ایک شخص نے مجھ (اشرف علی تھانوی) سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے، تو انگریزوں سے کیا برتاؤ کرو گے، میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے، کیونکہ جب خدا نے حکومت دی ہے، تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے، مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا، اس کے لیے کہ انہوں نے ہمیں بہت آرام پہنچایا ہے"۔ (الافاضات الیومیہ حصہ چہارم ص ۶۹۷)

تبلیغی جماعت اور انگریزی وظیفہ

"مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا۔" (مکالمۃ الصدرین ص ۱۳، مرتبہ مولوی طاہر احمد قاسمی)

مدرسہ دیوبند کا کردار

۳۱ر جنوری ۱۸۷۵ء بروز یک شنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ (دیوبند) کو دیکھا، تو اس نے، نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا، اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں:

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپوں کے صرف سے ہوتا ہے۔ وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپے ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے، وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں، بلکہ موافق سرکار و معاون سرکار ہے۔" (کتاب مولانا احسن نانوتوی دیوبندی ص ۲۱۷)

علماء دیوبند کے گھر کی ایک اور شہادت

مدرسہ دیوبند کے کارکنوں اور مدرسین کی اکثریت) ایسے بزرگوں کی تھی، جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے، جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی"۔ (سوانح قاسمی جلد دوم ص ۲۴۷)

جمعیت علماء اسلام کو انگریزی امداد

جمعیت علماء ہند کا جو وفد مولوی شبیر احمد عثمانی کے پاس اس غرض سے آیا تھا کہ انہیں بھی کانگریس میں شامل کیا جائے۔ اس کے رکن مولانا حفظ الرحمٰن صاحب

سیوہاروی ناظم جمعیت علماء ہند کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا۔

"کلکتہ میں جمعیت العلماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی تھی۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیت علماء ہند کو توڑنے کے لیے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ (برطانیہ) ان کو کافی امداد اس مقصد کے لیے دے، چنانچہ ایک بیش بہا رقم منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی کے حوالے بھی کر دی گئی اس انگریزی روپیہ سے کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام کا کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحب نے کہا کہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں، تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں"۔ (مکالمۃ الصدرین، مرتبہ مولوی طاہر احمد قاسمی و مصدقہ مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی)

اکابرین دیوبند کا کانگریس سے روپیہ لینا

ہفت روزہ چٹان جلد نمبر ۴۰ شمارہ ۱۶، اپریل ۱۹۵۱ء زیر عنوان "بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل" قسط نمبر ۷ ۱۰ کے اقتباسات میں سے ایک ملاحظہ ہو۔ ان اقتباسات میں ایڈیٹر "چٹان" جناب شورش کاشمیری نے اس روپیہ کا ذکر کیا ہے جو احراری لیڈر، یونانسٹ حکومت اور کانگریس سے حاصل کرتے رہے۔

"جہاں تک کانگریس کے روپے کا تعلق ہے، وہ تو خود مولانا حبیب الرحمٰن کے علم میں ہے، بلکہ پچاس ہزار روپے قسط دلوانے کے حصہ دار آپ تھے۔ رہا یونیسٹ پارٹی کے روپے کا سوال تو میرا مخبر تمام کاغذات شاہ جی یا مولانا غلام غوث ہزاروی کو دکھانے کے لیے تیار ہے۔ ان کے سوا وہ کسی کو بھی کاغذ دکھانے کے حق میں نہیں۔ وہ سب کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہے۔ وہ ایک سرکاری ملازم ہے، میں اس کا نام بتانے کو تیار نہیں، البتہ شاہ جی اور مولانا غلام غوث ہزاروی چاہیں تو وہ ان سے ملنے کو تیار ہے۔

باب ششم

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی پر الزام کی حقیقت

موجودہ دور کے دیوبندی حضرات اپنے اکابر کی انگریز دوستی اور انگریزوں سے امداد لینے پر پردہ ڈالنے کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کے دار السلام ہونے کا فتویٰ دیا، اس لیے وہ انگریز کے ایجنٹ ٹھہرے۔

قارئین کرام! یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے اور اکثر فقہاء اسی طرف گئے ہیں کہ ہندوستان دار السلام ہے، چنانچہ اکابرین دیوبند بھی اسی طرف گئے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی

"ہندوستان نہ تو صاحبین کے قول پر دار الحرب ہے...... اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ کے قول پر دار الحرب ہے۔" (تحذیر الاخوان ص ۸ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

"ترجیح ہندوستان کے دار السلام ہونے کو دی جائے گی ...... اس صورت میں بھی ہندوستان دار السلام ہوگا"۔ (تحذیر الاخوان ص ۹)

(امام اعظم ابو حنیفہ) نے جو دار الحرب کی تعریف کی ہے، اس کا ہندوستان پر صادق آنا محل نظر ہے۔ کیونکہ امام صاحب کے پاس دار الحرب ہونے کی یہ شرط ہے کہ کوئی حکم مسلمانوں کا باقی نہ رہے اور یہاں (ہندوستان) میں بہت سے احکام مسلمانوں کے جاری ہیں۔ (تحذیر الاخوان ص ۲۰، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

"ہندوستان کو بہت سے علماء نے دار السلام کہا ہے"۔ (تحذیر الاخوان ص ۵۵)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

سوال : "ہندوستان دار الحرب ہے یا دار السلام ہے، مدلل ارقام فرمائیں ؟"

جواب : "دار الحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں ہے اکثر در السلام کہتے ہیں اور بعض دار الحرب کہتے ہیں، بندہ فیصلہ نہیں کرتا"۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۷ جلد اول مصنفہ مولوی رشید احمد گنگوہی)

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

"ہمارے دار السلام کے اس ملک میں غیر اسلامی حکمرانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہو چکا تھا۔" (سوانح قاسمی جلد اول ص ۱۴۲ مصنفہ مولوی مناظر احسن گیلانی دیوبندی)

(نوٹ) سوانح قاسمی، مولوی محمد قاسم نانوتوی کی سوانح حیات ہے جو مولوی مناظر احسن گیلانی مؤلفہ ہے۔ صدر مدرسہ دیوبند مولوی حسین احمد مدنی کی مصدقہ ہے اور قاری محمد طیب کے ایماء پر چھپی ہے۔

مولوی عبد الحی لکھنوی دیوبندی کا فتویٰ

مخفی نماند کہ بلاد ہند کہ در قبضہ نصاریٰ اند دار السلام ہستند چہ اگرچہ دراں ہا احکام کفر جاری اند مع ہذا احکام اسلام ہم خصوصا اصول وارکان اسلام جاری اند"۔

(مجموعہ فتاوی عبد الحی جلد اول)

مولوی محمود الحسن دیوبندی کا فتویٰ

مولوی حسین احمد مدنی کانگریسی صدر مدرسہ دیوبند "سفر نامہ شیخ الہند" میں لکھتے ہیں :

"ایک شخص نے مولوی محمود الحسن دیوبندی سے پوچھا کہ ہندوستان

دارالحرب ہے یا دارالسلام ؟" مولانا محمود الحسن نے فرمایا: "علماء نے آپس میں اس میں اختلاف کیا ہے، اس نے کہا: آپ کی رائے کیا ہے ؟" مولانا نے کہا: "میرے نزدیک دونوں ٹھیک ہیں"۔ (سفرنامہ شیخ الہند ص ۱۶۶)

قارئین کرام! مقام غور ہے کہ اگر مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی حسین احمد مدنی یہ سب کے سب ہندوستان کو دارالسلام کہہ دیں تو دیوبندی حضرات ان پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ اگر یہی بات امام احمد رضا بریلوی کہہ دیں، تو وہ انگریز کے ایجنٹ ہو جائیں، کتنی الٹی سمجھ ہے ؟

اعلیٰ حضرت بریلوی کے فتویٰ کا سیاسی پہلو

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا ہندوستان کو دارالسلام قرار دینا علمی و تحقیقی لحاظ سے صحیح وصواب ہونے کے علاوہ سیاسی لحاظ سے بھی مسلمانوں کی بہتری کا ضامن تھا اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے والے بعض دیوبندی علماء کا نظریہ مسلمانوں کی تباہی وانگریز کی تقویت کا باعث تھا۔

ماہنامہ فاران، کراچی، مئی ۱۹۶۵ء مدیر ماہر القادری دیوبندی، رقمطراز ہے:

"انگریز کے دور میں ہندوستان کے بعض علماء جن میں علماء دیوبند کے نام سرفہرست ہیں، ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر اس پر فتویٰ دیا کہ یہاں کے مسلمان ہجرت کر کے کسی دارالسلام میں چلے جائیں۔ اس فتویٰ کے جو پریشان کن نتائج برآمد ہوئے، اس کا حال جناب ظفر حسن ایم۔ اے سے سنئے: جو اپنی دیانتداری فکر وعمل اور انگریزوں کے خلاف عملاً باغیانہ جدوجہد میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

ظفر حسن ایم اے لکھتے ہیں۔

''ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں سادہ لوح مسلمان اپنے گھر بار سے محروم ہوئے۔ افغانستان پر مالی بوجھ پڑا۔ ہندوستانی مسلمان افغانوں سے اور وہ ہندوستانی مسلمانوں سے کبیدہ خاطر ہوئے۔ اگر کسی نے فائدہ اٹھایا تو وہ انگریز تھے۔'' (ماہنامہ فاران، کراچی، مئی ۱۹۶۵ء)

قارئین کرام! ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے والے علماء نے عوام کو تو ہندوستان سے ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا اور ان کی باتوں میں آکر سادہ لوح عوام میں سے بعض نے ہجرت بھی کی، لیکن فتویٰ دینے والے علماء سے کسی ایک نے بھی ہجرت نہ کی۔

تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون میں علماء اہل سنت اور علماء دیوبند کا کردار

تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے ظلم واستبداد کے خلاف تحریک خلافت شروع ہوئی اور پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف ایک شورش برپا ہوگئی۔ ممکن ہے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اور مسلمانوں کے فطری جذبائیت اور تحریک خلافت کی کامیابی کے آثار دیکھ کر مسٹر گاندھی نے کانگریس کی طرف سے ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کا اعلان کیا ہو۔

چنانچہ اس متحدہ ومشترکہ مقصد کی وجہ سے یہ دونوں تحریکیں ایک دوسرے کے قریب آگئیں، بلکہ ایک دوسرے میں ضم ہوگئیں اور ایک دوسری صورت پیدا ہوگئی، یعنی انگریزوں کے خلاف ''ہندو مسلم اتحاد'' اس اتحاد نے مسئلے کو شرعی حیثیت سے زیادہ نازک بنادیا، کیونکہ ایک طرف انگریزوں سے معاملت کو بھی ناجائز وحرام قرار دے دیا گیا اور دوسری جانب سے کفار ومشرکین سے معاملت تو معاملت، موالات اور دوستی قائم کرلی گئی۔

لیڈر حضرات جو اس اتحاد پر زور دیتے تھے، ان کی آواز پر تو مسلمانوں نے زیادہ کان نہ دھرے، بلکہ اس سازش کی جڑیں اس وقت زیادہ مضبوط ہو گئیں۔ جب بہت سے علماء اس نظریہ کے قائل بلکہ مبلغ بن کر گاندھی کو اپنا امام بنا بیٹھے۔ گاندھی کو مسجدوں میں لے جایا گیا، حتیٰ کہ اس کو منبر رسول پر بٹھا کر منبر رسول کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ کانگرسی مولوی اسے اپنے دینی مدارس میں لے گئے اور "گاندھی جی کی جے" کے نعرے بھی لگاتے رہے۔ کانگریسی مولویوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ختم نبوت نہ ہوتی، تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ کوئی کہتا "زبانی جے" پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کر لو گے تو خدا راضی ہو گا۔ کسی نے یوں اظہار عقیدت کیا کہ ان (گاندھی) کو اپنا راہنما بنا لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں۔ وہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے:۔

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت

رفتی دنثار بت پرستے کردی

کسی نے مستانہ وار نعرہ یہ لگایا میں اپنے لیے بعد رسول اللہ ﷺ گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں۔

خان عبدالوحید خاں مسلمانوں کا ایثار جنگ آزادی" ص ۱۴۲ پر لکھتے ہیں:

"جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند کی تقریریں کرائی گئیں۔ ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے۔ مسلمانوں نے قشقے لگائے، گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھروں میں آویزاں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا۔ گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاویٰ اونٹوں کی پشت پر تقسیم کیے گئے۔ اسی دوران ہندوؤں نے بعض کانگریسی علماء سے یہ فتویٰ حاصل کر لیا کہ

ہندوؤں کی ناراضگی سے بچنے کے لیے گائے کی قربانی نہ کی جائے۔"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے "انفس الفکر فی قربان البقر" لکھ کر ہندوؤں کو خاک میں ملا دیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے فرمایا: گائے کی قربانی شعار اسلام ہے اور یہ ہمارا حق ہے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ شعار اسلام پر پابندی لگائے۔

"الافاضات یومیہ" جلد ششم ص ۲۵۵ میں مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"جس وقت مولانا محمود الحسن کا موٹر چلا، تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا، اس کے بعد گاندھی جی کی "جے" کے نعرے بلند ہوئے۔ چنانچہ ایسے نازک حالات میں بعض علماء کرام نے تحریک خلافت اور تحریک موالات کے اس اتحاد کے خلاف فتوے دیئے اور بروقت انتباہ فرمایا جس کو بعض سطحی نظر رکھنے والے حضرات نے انگریز دوستی پر محمول کیا، مگر جو سیاسیات ہند اور علوم شرعیہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ مخالفت دین اسلام اور خود مسلمانوں کی حفاظت وعظمت کے لیے ناگزیر تھی۔

ترک موالات کا معاملہ اگر صرف انگریز حاکموں اور مسلمان محکوموں کے درمیان ہوتا تو اس کی نوعیت قطعاً مختلف ہوتی، مگر ترک موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصول آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں جو عدم توازن متوقع تھا، بحث اس سے تھی اور اسی بناء پر اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ جن علماء نے مخالفت کی، ان میں سر فہرست اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نام نامی آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک کسی سیاسی جماعت کی حمایت جزو ایمان نہیں، بلکہ اصل چیز دین کی حفاظت ہے، اس لیے تردید و مخالفت میں آپ نے اپنے بیگانے کسی کی رعایت نہیں کی۔

اس دور سے پہلے بھی ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں ہوئیں: اسلام کو ہندومت میں مدغم کرنے کی تحریک کا منحوس سہرا مغل بادشاہ اکبر کے سر ہے۔ اکبر کا دین الٰہی

اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس سے پہلے کبیر اور گرو نانک وغیرہ نے بھی اسی قسم کی کوششیں کی تھیں جو کامیابی سے ہمکنار نہ ہوئیں۔ بہر کیف اکبر کے اس انداز فکر نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا، وہ تاریخ اسلام کا ایک زبردست المیہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اکبر بادشاہ کے اس قومی نظریہ کی سختی سے مخالفت فرمائی، چنانچہ آپ کی زبردست کوشش سے دور اکبری کا یہ عظیم فتنہ خاک میں مل گیا۔ اسی لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان!
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ہندوستان کی سرزمین میں جب اکبری دور کی فتنہ سامانیوں کی تجدید ہونے لگی، تو شیخ احمد سرہندی کی طرح جس مرد حق آگاہ نے اس ناپاک منصوبے کے خلاف علم جہاد بلند کیا، وہ امام احمد رضا بریلوی تھے۔ مرکز دائرۂ علوم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سیاسی سوجھ بوجھ کے لحاظ سے بھی مسیحائے قوم اور ناخدائے ملت ثابت ہوئے۔ انہوں نے دو قومی نظریہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں عام وخاص کے سامنے پیش کرتے ہوئے "ہندو مسلم اتحاد" کے خلاف علمی اور قلمی جہاد کیا۔

غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی دو حیثیات تھیں: ایک حیثیت کا تعین ملک سے وابستگی سے ہوتا تھا اور دوسری حیثیت کا تعین دین سے وابستگی سے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دوسری حیثیت پہلی پر مقدم تھی۔ یعنی "مسلمانیت" کو "ہندوستانیت" پر فوقیت حاصل تھی۔ اس طرح اسلام اور کانگریس کے نقاط نظر میں زمین وآسمان کا فرق تھا، کیونکہ کانگریس کے نزدیک مذہب کی حیثیت ثانوی تھی۔ اختلاف کا نقطہ آغاز یہی اساسی فرق تھا۔ اس لیے ہندوستانیت کو مسلمانیت پر فوقیت دینے والے کانگریسی

عالم مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی پر تنقید کرتے ہوئے شاعر مشرق علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

وطن اور قومیت کی اگر اسلام میں گنجائش ہوتی، تو سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عرب کے برسرپیکار قبائل کو اسلام کے نام پر متحد کرنے کی بجائے عربیت یا قریشیت کے نام پر متحد فرماتے۔ قوم پرستی اور وطن پرستی کے خلاف آپ نے حق پسندی اور حق پرستی کو اپنا شعار بنایا اور اسی بنیاد پر کائنات کے تمام انسانوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی سعی فرمائی اور اس راہ میں بے شمار تکالیف کو برداشت کیا اور دنیا والوں کو یہ بتا دیا کہ اصل چیز دین کی حفاظت ہے، وطن کی حفاظت نہیں۔ وطن کی حفاظت ہے تو صرف اس لیے کہ وہ دین کا محافظ ہو۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اسی لیے فرمایا ہے۔

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے

ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

فاضل بریلوی نے ترک موالات کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کی جو وطنیت پرستی اور دین سے بے خبری پر مبنی تھا، سخت مخالفت فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ترک موالات کے خلاف آواز اٹھانا خود کو انگریز حاکموں کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف تھا، مگر فاضل بریلوی نے اظہار حق کے لیے ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کی اور فقیہانہ شان کے ساتھ اپنے فیصلے صادر فرمائے بالآخر جو کچھ فرمایا سچ ثابت ہوا۔ جب طوفان جنوں ختم ہوا اور آنکھیں کھلیں، تو وہی سچا نظر آیا، جس کو کل تک جھوٹا کہا گیا

تھا۔ قائداعظم اور علامہ اقبال جیسے مفکرین اور راہنما ابتداء میں ایک قومی نظریہ کے حامی تھے، مگر بعد میں اچانک اپنا رخ موڑتے ہیں اور ایک قومی نظریہ کی مخالفت پر کربستہ ہو کر دو قومی نظریہ کی حمایت کرتے ہیں۔ دو قومی نظریہ کی بنیاد ہندو مسلم عدم اتحاد اور عدم موالات پر تھی۔ یہ وہی نظریہ ہے جس کی حفاظت کے لیے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت بریلوی نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

کانگریس کا مقصد یہ تھا کہ ملی امتیازات کو خیرباد کہہ کر ہندوستانیت میں گم ہو جاؤ۔ اس طرح مذہب کی بنیاد خود بخود گر جاتی۔ اسی زمانے میں جب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت فرما کر ملت اسلامیہ کی وحدت کی حفاظت فرما رہے تھے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے ایک قومی نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے تصور وطنیت پر سخت تنقید فرمائی۔ اور وہ شاعر جس نے کبھی "نیا شوالہ" اور "ترانہ ہندی" لکھی تھیں، اب یہ کہتا ہوا نظر آیا۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے	اسلام تیرا دیس ہے، تو مصطفوی ہے
ہو قید مقامی، تو نتیجہ ہے تباہی	ہو بحر میں آزاد وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی	دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اعلیٰ حضرت بریلوی ترک موالات کے نتیجے میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے۔ ان کی آنکھیں وہ کچھ دیکھ رہی تھیں کہ دوسری آنکھوں نے وہ نہ دیکھا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی مولوی محمد علی اور مولوی شوکت علی جب فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت

دی تو فاضل بریلوی نے صاف صاف فرمادیا: "مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔ مولانا! میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔"

جو نام نہاد علماء ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اور "گاندھی کی جے" کے نعرے لگاتے تھے، وہ قرآن کریم کی ان آیات کو (جن میں غیر مسلموں کو اپنا رازدار بنانے کی ممانعت تھی) پیش کرتے تھے اور ان آیات میں سراسر تحریف کر کے یہ کہتے تھے کہ "انگریزوں سے فقط معاملہ کرنا بھی ناجائز ہے، لیکن دوسری جانب وہ ہندوؤں کو اپنا رازدار بناتے پھرتے تھے اور ہندوؤں کو مستثنیٰ قرار دیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اس تحریف قرآن کے خلاف فتویٰ دیا اور فرمایا کہ "قرآن کریم نے غیر مسلموں سے موالات (رازداری اور دوستی) کو منع کیا ہے نہ کہ معاملت کو۔ دنیوی معاملت جس میں دین پر ضرر نہ ہو، سوائے مرتدین کے کسی سے ممنوع نہیں۔ کانگریسی ملاؤں نے ترک موالات کو ترک معاملت بنا کر قرآن کی آیتوں سے غلط استدلال کیا اور آیتیں جن میں حکم عام ہے، ان میں تحریف کے ذریعے گاندھی اور دوسرے لیڈروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔ لیڈر حضرات نے مسئلہ موالات پر سب سے بڑی اودھم مچائی۔

ترک موالات کی تحریک میں انگریزی مال خریدنا جائز نہ تھا، البتہ اس کی چیزوں سے تمتع جائز تھا، مثلاً ڈاک و تار، ریل وغیرہ سے تمتع کو کسی نے ناجائز نہیں کہا۔ اس عجب طرز عمل پر اعلیٰ حضرت اظہار حیرانی فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہوا، لینا حرام۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ریل، تار، ڈاک ہمارے ہی ملک میں اور ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا امداد تعلیم کا روپیہ انگلستان سے آتا ہے؟ وہ بھی تو یہیں کا ہے تو حاصل وہی

ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع ٹھہرا اور خود نفع لینا ممنوع، اس الٹی عقل کا کیا علاج ؟"

ترک موالات کے سلسلے میں فاضل بریلوی کو لائل پور سے یکے دیگرے دو استفتاء ارسال کیے گئے، جس کا آپ نے مفصل اور مبسوط جواب مرحمت فرمایا۔ بعد میں حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب نے ایک رسالے کی شکل میں شائع کرادیا۔

لمحہ فکریہ

اعلیٰ حضرت بریلوی نے محض مذہب کی بنیاد پر ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس میں کوئی اور امر ہرگز کارفرمانہ تھا اور اگر ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دینے سے وہ مخالفین کے نزدیک انگریز کے دوست قرار پاتے ہیں، تو پھر انہیں مولوی اشرف علی تھانوی پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا فتویٰ لگادینا چاہیے تھا! کیونکہ ترک موالات کے خلاف تو علماء دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری "پاکستان میں آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ" کے خلاف علیحدہ علیحدہ فتوے دیئے"۔

اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت کے متعلق مفکرین کی آرا

نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے سرگرم رکن جناب شفیع (م۔ ش) نے دو قومی نظریہ کی حمایت میں اعلیٰ حضرت بریلوی کی خدمات کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے :

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس یکسوئی اور استقلال سے دور غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا............ جس وقت ہمارے اسلاف کی بدا عمالیوں

سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اور جس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے۔ ان کے عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے اور ہر اس سازش کو کچل کر رکھ دیا جائے، جس کا مقصد مسلمانوں کے دلوں میں محمد مصطفیٰ ﷺ سے غیر فانی محبت کا رشتہ مٹا کر غیر اسلامی عقائد کی تخم ریزی تھی۔ یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے نامساعد حالات میں انجام دیا۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے۔"

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۷/ جون ۱۹۶۸ء)

اعتراف حقیقت کے ان بیانات میں مشہور مؤرخ اور کالم نگار روزنامہ "نوائے وقت" جناب میاں عبدالرشید صاحب کا بیان خصوصی توجہ کا مستحق ہے، وہ لکھتے ہیں:

When pakistan resolution was passed in 1940 the efforts of Hazrat Bralvi bore fruit and all his adherents and followers including ulma and spiritual leaders rose as one man to support the Pakistan mevement. Thus the contribution of Hazrat Bralvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-e-Azam.(Islam In Indo- Pak- Subcontinent Page)

ترجمہ: "۱۹۴۰ء میں جب قرار داد پاکستان منظور ہوئی، تو اعلیٰ حضرت بریلوی کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور علماء کرام اور پیران عظام سمیت آپ کے پیروکار اور متوسلین جسد واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس طرح قیام پاکستان میں اعلیٰ حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور حضرت قائد اعظم سے کم نہیں۔"

دو قومی نظریہ کے داعی کی حیثیت سے امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ

کے افکار و نظریات سے اکابر متاثر ہوئے۔ اثر اندازی کی اس حقیقت کو پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی نے یوں بیان کیا ہے:

"پاک و ہند کے عظیم مفکر اور شاعر علامہ اقبال نے جو پہلے ایک قومی نظریہ کے موید تھے اور بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے تھے، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ کا عمیق مطالعہ فرمایا تھا، اس لیے ظن غالب ہے کہ علامہ کے افکار و خیالات میں ان دونوں ماخذ نے ایک انقلاب پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔" (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۲۹)

پاکستان کے مرکزی وزیر تعلیم خان محمد علی خاں نے یوں اعتراف حقیقت کیا ہے:

"فاضل بریلوی جنھوں نے مسلمانوں کی فکری آبیاری کے لیے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ہر موضوع پر تحریر فرمائی ہیں، مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ کفر کی سب قسموں سے الگ رہنا چاہیے۔ اگر انگریز سے ترک موالات ضروری ہے، تو ہندو سے بھی ترک موالات ضروری ہے۔ نہ ہندو مسلمان کا ساتھی بن سکتا ہے اور نہ ہی غم خوار۔" (تقریر یوم رضا، منعقدہ راولپنڈی بحوالہ افق ۶ر فروری ۱۹۸۰ء)

"تھانوی اور بریلوی مکاتب فکر گو کسی طرح بھی برطانیہ کے دلدادہ نہ تھے، مگر وہ ہندوؤں کے عزائم کے بارے میں بہت ہی متشکک تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مسلم قیادت مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگریس کے زیر نگیں ہو جائے۔ وہ اس حقیقت سے اور بھی حیران و پریشان تھے کہ مہاتما گاندھی کے منشور اور انڈین نیشنل کانگریس کی تجاویز کی حمایت و تائید کے لیے مفتیان اسلام، قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی تلاش میں سرگرم عمل تھے۔" (علماء ان پالیٹکس مصنفہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی)

باب ہفتم

آزادی کی تحریکوں میں علماء اہل سنت کے

کردار کا مختصر جائزہ، جنگ آزادی میں علماء و مشائخ کا کردار

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں اسی فیصد اہل سنت و جماعت ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی بھی اسلام کے خلاف کوئی سازش کی گئی یا ملک و ملت پر کوئی مشکل وقت آیا، تو سنی علماء و مشائخ نے اس کا مقابلہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھا۔ سن ستاون کی جنگ آزادی میں علماء و مشائخ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس جنگ میں علماء اہل سنت کے فتوئی جہاد نے وہ کام کیا جو بڑی بڑی عسکری قوتوں سے ناممکن تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی شہید مراد آبادی، مولانا احمد اللہ شہید مدراسی، مولانا فیض احمد، مولانا وہاج الدین مراد آبادی، مولانا رسول بخش کاکوروی، مفتی صدر الدین دہلوی، علامہ فضل رسول بدایونی اور ان کے احباب و تلامذہ اور دوسرے اکابر سنی علماء فرنگی سامراج سے ٹکرائے۔ ان ہی بزرگوں کی للکار سے ایوان فرنگ میں تہلکہ مچ گیا۔ ظالم انگریز نے اس کی پاداش میں کچھ علماء اہل سنت کو تختہ دار پر کھینچا اور علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی کو جزیرہ انڈیمان میں قید کر دیا۔ مولانا کفایت اللہ کافی مراد آبادی اور مولانا علامہ فضل رسول بدایونی کو سرعام تختہ دار پر کھینچ دیا گیا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علماء اہل سنت کے کردار کا غیروں کا اعتراف کرنا

نواب صدیق حسن خاں (اہل حدیث) کا اعتراف

"زمانہ غدر میں سواروں اور تلنگوں نے بعض مولویوں سے زبردستی جہاد کے

مسئلہ پر مہر کرائی۔ فتویٰ لکھوایا جس نے انکار کر دیا، اس کو مار ڈالا اور اس کا گھر لوٹ لیا، سو وہ مہر کرنے والے اور فتویٰ لکھنے والے بھی غالباً وہی لوگ تھے جو اہل سنت واہل حدیث کو زبردستی وہابی نام رکھتے ہیں"۔ (ترجمان وہابیہ از نواب حسن خاں ص ۵۵)

مولوی محمد اسماعیل پانی پتی کا اعتراف

"ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے وہ سب کے سب علماء کرام تھے، جو عقیدۂ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں نے حضرت شاہ اسماعیل کے دور میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے۔"

(حاشیہ مقالات سر سید حصہ شانزدہم ص ۳۵۲ از مولوی محمد اسماعیل پانی پتی)

فتویٰ جہاد سب سے پہلے علامہ فضل حق خیر آبادی نے تیار کیا تھا۔ جمعہ کے موقع پر دہلی میں جہاد کے موضوع پر خطبہ دیا اور فتویٰ کی دوسرے علماء سے تائید کروائی۔ اگرچہ بعض لوگوں نے محض تعصب اور عقیدہ کی مخالفت کی وجہ سے حضرت علامہ کی مساعیٔ جمیلہ سے جان بوجھ کر چشم پوشی کی، لیکن سید احمد بریلوی کے مداحِ خاص اور انتہائی متعصب مؤرخ غلام رسول مہر کو بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔

غلام رسول مہر کا اعتراف

"مولانا کے دہلی پہنچنے سے پیشتر بھی لوگوں نے جہاد کا پرچم بلند کر رکھا تھا۔ مولانا پہنچے، تو مسلمانوں کو جنگ آزادی پر آمادہ کرنے کی غرض سے باقاعدہ ایک فتویٰ مرتب کیا جس پر علماء دہلی کے دستخط لیے گئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ فتویٰ مولانا فضل حق ہی کے مشورے سے تیار ہوا تھا اور انہی نے علماء کے نام تجویز کیے تھے جن کے دستخط لیے گئے۔" (۱۸۵۷ء کے مجاہد۔ از غلام رسول مہر)

رئیس احمد جعفری کا اعتراف

"مولانا فضل حق خیر آبادی علمی قابلیت میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ان کو فتویٰ جہاد کی پاداش اور جرم بغاوت میں انڈیمان بھیج دیا گیا۔"

(بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد، مصنفہ رئیس احمد جعفری ص ۳۱۵)

ترجمان دیوبندیت "خدام الدین" کا اعتراف

"مولانا فضل حق خیر آبادی "افضل الجہاد کلمہ حق عند سلطان جابر" کا فریضہ ادا کیا اور اپنی عمر عزیز انڈیمان میں حبس دوام کی نذر کر دی۔"

"علامہ فضل حق خیر آبادی وغیرہ نے انگریزوں کے خلاف فتاویٰ دے کر مسلمانوں کو عدم تعاون پر آمادہ کیا۔"

"مولانا فضل حق خیر آبادی بھی باغی قرار دیئے گئے سلطنت مغلیہ کی وفاداری، فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں مولانا ماخوذ کر کے سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے۔" (ہفت روزہ خدام الدین، لاہور، ۲۳ر نومبر ۱۹۶۲ء)

مولوی حسین احمد دیوبندی کا اعتراف

"مولانا نے اپنے اوپر جس قدر الزام لیے تھے، ایک ایک کر کے سب رد کر دیئے۔ جس مخبر نے فتویٰ کی خبر کی تھی، اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کی۔ فرمایا پہلے اس گواہ نے سچ کہا تھا اور رپورٹ بالکل صحیح لکھوائی تھی، اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور جھوٹ بولا، وہ فتویٰ صحیح ہے میرا ہی لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری یہی رائے ہے۔ جج بار بار علامہ کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مخبر نے عدالت کا رخ اور حضرت علامہ کی بارعب اور پر وقار شکل دیکھ کر شناخت کرنے

گریز کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ "یہ وہ فضل حق نہیں، وہ دوسرے تھے۔" گواہ حسن صورت اور پاکیزگی سیرت سے بے انتہا متاثر ہو چکا تھا، مگر علامہ کی شان استقلال کے قربان جایئے۔ خدا کا شیر گرج کر کہتا ہے۔ وہ فتویٰ صحیح ہے، میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری یہی رائے ہے۔"

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

(نقش حیات از حسین احمد مدنی ص ۴۶۲)

مفتی انتظام اللہ شہابی کا فرمان

مفتی صدر الدین آزردہ کے بیان کے مطابق مفتی انتظام اللہ شہابی فتویٰ جہاد کی تیاری کی ساری ذمہ داری مولانا فضل حق پر ڈالتے ہیں۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء رونما ہوا مولانا فضل حق الور سے دلی آئے۔ جنرل بخت خان نے نقشہ اقتدار جما رکھا تھا استفتاء مولانا نے لکھا مفتی صاحب اور دیگر علماء نے فتویٰ دیا...... مولانا فضل حق کو اقرار جرم پر انڈیمان جانا پڑا۔" (غدر کے چند علماء از انتظام اللہ شہابی ص ۴۷)

شاہد احمد خان شروانی دیوبندی کا اعتراف

شاہد احمد خاں شروانی دیوبندی "باغی ہندوستان" ص ۱۵۶ پر لکھتے ہیں:

"علامہ (فضل حق خیر آبادی) سے جنرل بخت خان ملنے پہنچے۔ مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر ترکش سے نکالا، بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی، استفتاء پیش کیا۔ مفتی صدر الدین آزردہ صدر الصدور دہلی، مولوی عبدالقادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فضل احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی، سید مبارک شاہ رامپوری نے دستخط کر دیئے۔ اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام

شورش بڑھ گئی۔ دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہو گئی۔ "(حوالہ تاریخ ذکاء اللہ)

اس وقت علماء اہل سنت ہی تھے، جنہوں نے فرضیت جہاد کے فتوے صادر کیے، ان علماء اہل سنت میں مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی اور مولانا احمد شاہ مدراسی وغیرہ پیش پیش تھے اور اپنی تقریروں سے عوام و خواص میں روح جہاد پھونک دی۔ انہی کی تحریک اور قیادت کا نتیجہ تھا کہ مجاہدین کفن بر دوش میدان جہاد میں کود پڑے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ وسائل کی کمی کے باعث تحریک جہاد کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی اور انگریز نے اپنا اقتدار بحال کر کے تحریک آزادی سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اور مجاہدین پر وہ مظالم ڈھائے کہ الامان والحفیظ۔ بعض مجاہدین کو کالے پانی کی سزا دی گئی۔ زندہ مسلمانوں کو سؤر کی کھال میں سلوا کر کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا۔ مسجد فتح پوری دہلی سے قلعہ کے دروازے تک مسلمانوں کی لاشیں درختوں سے لٹکا دی گئیں۔ مساجد کی بے حرمتی کی گئی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا شاہ احمد شاہ مدراسی، مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا مفتی صدر الدین آزردہ، ڈاکٹر وزیر خان اکبر آبادی، مولانا فیض احمد بدایونی، مفتی مظہر کریم دریا آبادی وغیرہ یہ تمام علماء اہل سنت ہی تھے، جن کی قیادت اور شمولیت نے تحریک کو شعلہ بداماں بنادیا۔ ان میں بعض کو کالے پانی کی سزا دی گئی، مثلاً حضرت فضل حق خیر آبادی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی کو جزائر انڈیمان میں قید کر کے بھیجا گیا۔ مولانا کاکوروی کو مراد آباد جیل کے متصل برسرعام پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ مولانا احمد اللہ شاہ مدراس میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بعض کو انگریز کے ایجنٹوں نے شہید کر دیا۔ بعض کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔

باب ہشتم

تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری

حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سید تھے اور سادات شیراز کی اولاد سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔

آپ کی سیاسی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ تحریک خلافت میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے خلافت فنڈ میں لاکھوں روپے چندہ دیا۔

ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے فی کس ایک روپیہ خلافت فنڈ کے لیے وصول کیا جائے، تو آپ نے نیلگوھی سے اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی اعلان فرمادیا کہ فقیر کے سب متعلقین ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا خلافت فنڈ میں داخل کرائیں۔

مولانا نے اس اعلان کو قد آدم اشتہارات کے ذریعے تمام ہندوستان میں مشتہر کیا، جس کے نتیجے میں ملک کے گوشے گوشے سے زر کثیر وصول کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کے اکثر معتقدین نے اپنے اپنے محور پر ہزاروں روپے خلافت فنڈ میں دیے، مثلاً نورانی سیٹھ بمبئی، نے آپ کے ارشاد مبارک پر ۲۵ ہزار روپے اور اہل کوہاٹ نے ۲۷ ہزار کی گرانقدر رقوم خلافت فنڈ میں داخل کیں، لیکن آپ نے ہرگز یہ گوارانہ کیا کہ آپ کے ارشاد عالیہ پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کار خیر میں شامل نہ ہوں۔

"چنانچہ آپ نے علی پور سیداں میں منعقدہ "انجمن خدام الصوفیہ ہند" کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک مرتبہ تیرہ صد روپے اور دوسری مرتبہ ۱۸ صد روپے اپنی جیب خاص سے عنایت فرمائے"۔ (حضرت امیر ملت کے "قومی کارنامے" مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۵ء ص ۹-۱۰)

ایک دفعہ حیدر آباد دکن میں آپ نے جلسہ خلافت کی صدارت فرمائی اور صدارتی تقریر اس مؤثر انداز سے کی کہ آپ کی تحریک پر ۳۰ ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔ اس جلسہ کے بعد حکومت کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے لکھا:

"حکومت کو اس قدر گاندھی جی سے خطرہ نہیں، جتنا پیر جماعت علی شاہ سے ہے۔" (انوار الصوفیہ جنوری ۱۹۶۱ء امیر ملت کے قومی کارنامے ص ۱۱)

"۱۹۱۹ء میں آپ نے تحریک ترک موالات کی مخالفت کی اور اعلان کیا کہ ہندو مردے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور وہ ہوا میں اڑ جاتی ہے۔ اگر مسلمان مرے تو دو گز زمین اس کی جاگیر ہوتی ہے۔ مسلمانو! ہجرت نہ کرو، یہ آپ کا جدی ورثہ ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔" (انوار الصوفیہ، قصور، ۱۹۶۱ء)

"۱۹۳۵ء میں تحریک شہید گنج چلی، تو حضرت امیر ملت بھی مردانہ وار میدان میں نکل آئے۔ مسجد شہید ہو گئی تو واگزاری کے لیے راولپنڈی میں کانفرنس ہوئی جس میں آپ کو امیر ملت منتخب کیا گیا۔" (صوفیاء نقشبند ص ۲۵۵) (ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ، اپریل ۱۹۵۸ء)

۱۹۴۴ء میں آپ سری نگر تشریف فرما تھے۔ آپ نے قائداعظم کی پر تکلف دعوت کی۔ دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائداعظم کی کامیابی کی پیشن گوئی کی اور دو جھنڈے عطا فرمائے ان میں سے ایک سبز جھنڈا تھا۔ فرمایا سبز جھنڈا مسلم

ایک کا ہے اور دوسرا کفر کا۔ پھر قد آدم اشتہارات کے ذریعے اعلان فرمایا:

"مسلمانو! مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ میرا جو مرید مسلم لیگ کی حمایت نہیں کرے گا، وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس وقت دو جھنڈے ہیں ایک ہلالی پرچم مسلم لیگ کا اور دوسرا کفر کا۔ اب فیصلہ کرو کہ تم کس کے ساتھ ہو۔"

(صوفیاء نقشبند ص ۳۵۵، ماہنامہ انوار صوفیہ مئی ۱۹۶۰ء)

۱۹۴۶ء میں بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی، اس میں پانچ ہزار سے زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں پاکستان کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ پھر تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کیے۔ آپ ہر جگہ دوران تقریر فرماتے۔

"مسلمانو! یہاں دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا، ایک کفر کا۔ بتاؤ کس جھنڈے کے نیچے جانا چاہتے ہو"؟ لوگ کہتے اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔ چنانچہ لاکھوں مسلمانوں نے محض آپ کی ہدایت پر پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ (صوفیاء نقشبند ص ۳۵۶)

سید العرفا سند الاتقیاء پیر سید غلام محی الدین گولڑوی

فخر الاتقیاء پیر سید غلام محی الدین گولڑوی ۱۸۹۱ء کو قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے ہاں پیدا ہوئے۔ حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ (نوائے وقت، لاہور، ۲۶/جون ۱۹۷۴ء ۱۳/مارچ ۱۹۷۵ء ضیائے حرم جولائی ۱۹۷۴ء)

ملک کے نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے مجاہد جناب میاں محمد شفیع (م۔ ش) تحریک پاکستان کے بارے میں آپ کی خدمات کے متعلق رقمطراز ہیں:

"یہ ایک ٹھیٹھ حقیقت ہے کہ جب اس صدی کی پانچویں دہائی میں برصغیر

میں معرکہ حق وباطل بپا ہوا اور مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلام
سربلندی کے لیے حق خوداراویت کا علم بلند کیا، تو پنجاب کے جن سجادوں نے تن من
دھن سے قائداعظم کا ساتھ دیا، ان میں تونسہ شریف (خواجہ سدید الدین) نے سیال
شریف (خواجہ قمر الدین صاحب) جلال پور شریف (پیر فضل شاہ صاحب) اور گولڑہ
شریف (پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب) پیش پیش تھے۔ انہوں نے اپنے لاکھوں
مریدوں کو عام انتخابات کے موقع پر یونینسٹ پارٹی کے مقابلہ پر مسلم لیگ کے
امیدواروں کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔ ان لوگوں کے عظیم کردار کا اندازہ اس
سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگرچہ یونینسٹ پارٹی کے اس وقت کے لیڈر ملک خضر حیات
ٹوانہ اور ان کے دست راست نواب اللہ بخش گولڑہ شریف اور سیال شریف سے
ارادت رکھتے تھے۔ لیکن عظیم تر ملی مقصد کے پیش نظر خواجہ محمد قمر الدین سیالوی
مد ظلہ اور خواجہ سید پیر غلام محی الدین شاہ صاحب نے پوری ہمت سے مسلم لیگ
کے لیے کام کیا۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ر جون ۱۹۷۴ء)

حضرت خواجہ سید غلام محی الدین ایک انسان کامل تھے۔ آپ مسلم لیگ کے
ساتھ پوری طرح حصول پاکستان کی تحریک میں شامل تھے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی ۱۳۲۴ھ کو سیال شریف
ضلع سرگودہا میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ محمد ضیاء الدین تھا۔

خواجہ صاحب نے مسلمانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ سیاسی
راہنمائی بھی فرمائی۔ آپ نے علماء حق کے ساتھ مل کر آزادی وطن کے لیے تن من کی
بازی لگادی۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ حصول

آزادی کی منزل کو قریب تر لانے میں مصروف ہو گئے۔ انگریز نے آپ کو طرح طرح کے لالچ دے کر کلمہ حق سے باز رکھنے کی کوشش کی، مگر خواجہ صاحب ان کے دام میں نہ آ سکے۔ حکومت پنجاب کی سفارش پر ملک معظم نے خواجہ صاحب کو ہز ہائی نس کا اعلیٰ خطاب پیش کیا، مگر آپ نے اس چٹھی کو نذر آتش کر دیا جس میں یہ پیشکش کی گئی تھی۔ (ماہنامہ آئینہ لاہور، نومبر ۱۹۷۰ء دار العلوم ضیاء شمس الاسلام کی سو سالہ خدمات۔ از ڈاکٹر تسخیر احمد)

جب انگریز حکومت لالچ دے کر خواجہ صاحب کا ایمان نہ خرید سکی، تو پھر آپ کو گرفتار کر کے گوبر اور گندے پانی سے بھری کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا، جس میں نہ بیٹھا جا سکتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھی جا سکتی تھی۔ پھر آپ کی ساڑھے گیارہ مربعہ اراضی ضبط کر لی گئی، جب اس پر بھی مرد حق نے سر نہ جھکایا، تو طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں تاکہ آپ تحریک پاکستان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں، لیکن آپ نے انگریز کی ساری کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے فرمایا: "عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سوچا کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے، تو میں مشرک ہو جاؤں گا"۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، دسمبر ۱۹۷۴ء)

سرگودھا کے ٹوانوں کے ساتھ آپ کے بہت اچھے مراسم تھے، مگر ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر انہیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا، چنانچہ حکیم آفتاب احمد قرشی رقمطراز ہیں:

"مشائخ میں سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے تحریک پاکستان کی بڑی سرگرم حمایت کی۔ سیال شریف سرگودھا کی مشہور گدی ہے جس کے عقیدت مند تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس خاندان کا سرگودھا

میں بڑا اثر تھا۔ ٹوانے تو کئی پشتوں سے اس خاندان کے مرید چلے آرہے ہیں اور ان کے خواجہ صاحب سے بڑے گہرے روابط ہیں۔ تحریک پاکستان کا دور آیا، تو ٹوانے مسلم لیگ کے سخت مخالف تھے۔ یونینسٹ پارٹی میں شامل تھے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں ٹوانے یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے۔ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے ٹوانوں سے ذاتی مراسم تھے، مگر خواجہ صاحب نے ان ذاتی مراسم کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے مریدوں کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ دیں۔ خواجہ صاحب کا یہ ایثار محض قومی جذبہ اور اسلام پرستی کا مرہون منت تھا"۔ (روزنامہ امروز ۲۳ مارچ ۱۹۷۴ء)

پاکستان بنا تو حضرت خواجہ صاحب نے قائداعظم کو پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ کرانے کے متعلق حکم فرمایا۔ اس پر قائداعظم نے جواب میں تحریر فرمایا: "پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی نظام ہی نافذ ہو گا۔

(ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۷۴ء)

ماہنامہ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۵۱ پر حضرت کی خدمات تحریک پاکستان کے سلسلے میں یوں رقمطراز ہے:

"خضر وزارت کے دور میں آپ کو کئی مربعے اراضی اور لاکھوں روپے کی پیشکش محض اس لیے کی گئی کہ آپ تحریک پاکستان سے الگ تھلگ رہیں۔ آپ نے جوابا فرما بھیجا تحریک پاکستان دو قومی نظریہ پر ایمان کا نتیجہ ہے کہ جس میں نہ صرف میری بلکہ حکومت کی بھی شمولیت ضروری ہے۔ اگر حکومت تحریک میں شامل نہیں ہوتی، تو مجھے مسلمانوں سمیت روک نہیں سکتی۔ یہ چند مربعے اور لاکھوں روپے تو کجا پوری کائنات کو بھی اٹھا کر میرے قدموں میں رکھ دیا جائے، تو پھر بھی میرے ایمان کو خریدا

نہیں جا سکتا۔ خضر نے جب دیکھا کہ میری کوشش ناکام ہو گئی، تو اس نے آپ کو دھمکی بھی دی اور سرگودھا شہر اور ملحقہ علاقوں میں آپ کی تقریر پر پابندی عائد کر دی گئی۔ آپ نے پابندی تقریر کی خبر سنتے ہی اعلان کر دیا کہ کل کمپنی باغ سرگودھا میں جلسہ ہو گا۔ دوسرے دن جلسہ گاہ میں آپ کے مریدین اور معتقدین جمع ہو گئے اور تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ غیرت و جرات کے شہنشاہ نے پوری شان اور جلال و عظمت سے اسٹیج پر کھڑے ہو کر زبردست تقریر کی اور خضر کو مخاطب ہو کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ان میں جب خضر کا نام نہیں، تو دھمکی کس منہ سے دیتا ہے؟ پاکستان اللہ اور رسول کے نام پر حاصل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ پاکستان بن کر رہے گا۔"

خضر حیات ٹوانہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اعلان کیا کہ مسلم لیگ سرگودھا میں جلسہ نہیں کر سکتی، تو آپ نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے سرگودھا میں مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد فرمایا۔

پنجاب کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ خضر حیات ٹوانہ مسلم لیگ کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے۔ انہوں نے ذاتی اثر و رسوخ کے ذریعے ہندو، سکھ اور بعض مسلمان افسروں کی خدمات بھی حاصل کر لی تھیں۔ چنانچہ وہ پوری تندہی سے مسلم لیگ کو شکست دینے کے لیے میدان میں اترے تھے۔ انہوں نے سرگودھا کے ایک انتخابی حلقے سے بھی کاغذات نامزدگی داخل کیے تھے۔ مسلم لیگ نے ٹوانہ خاندان کے ایک فرد نواب ممتاز محمد ٹوانہ کو ٹکٹ دیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی وزیر اعلیٰ پنجاب کے ایک عزیز اللہ بخش ٹوانہ کے پیر طریقت تھے اس لیے ان تمام عناصر نے جو مسلم لیگ کو شکست دینے پر تلے ہوئے تھے، حضرت پیر صاحب کی امداد حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، لیکن خواجہ صاحب نے ایک لمحہ کے توقف کے

بغیر مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت کا اعلان کر دیا اور سرگودھا میں نواب محمد حیات قریشی کی کوٹھی کو اپنی مساعی کا مرکز بنا کر انتخابی حلقے میں دورے کا پروگرام بنایا۔ ان انتخابات میں خواجہ صاحب نے تھل کے لق ودق صحرا میں گاؤں گاؤں جاکر مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ جب ان کی جیپ رک جاتی تھی، تو پاپیادہ چل پڑتے تھے۔

پیر محمد قمر الدین سیالوی کو تحریک پاکستان کے دوران گرفتار بھی کیا گیا۔ ان کی شان میں گستاخی بھی کی گئی، مگر وہ اس عظیم مقصد سے پیچھے نہ ہٹے۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے دوران بھی پیر صاحب آف سیال شریف کا کردار بڑا روشن رہا۔ انہوں نے خواجہ غلام سدید الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف سے مل کر صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب زکوڑی شریف کی ہمنوائی میں ریفرنڈم کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔" (ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۳۱)

"آپ نے تحریک پاکستان کے زمانے میں جب سرگودھا مسلم لیگ کی صدارت سنبھالی، تو آشیانہ اقدس سے وابستہ کئی سیاست دانوں نے بڑی تواضع سے عرض کیا کہ حضور غیر جانبدار رہیں، لیکن اس حوصلہ فرسا اور ہوش ربا دور میں آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی، بلکہ جرات مومنانہ سے تعلق داروں کی فرمائش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ تمہاری شکست دیکھ سکتا ہوں، مگر پاکستان کا جھنڈا سرنگوں نہیں دیکھ سکتا۔ آپ کی انہی خدمات کی وجہ سے حضرت قائداعظم اور شہید ملت لیاقت علی خاں آپ کا بہت احترام کرتے تھے؟ (ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۵۰)

شیخ الاسلام اور ان کے والد گرامی کی انگریز سے نفرت

حضرت شیخ الاسلام کے والد ماجد حضرت ثالث رحمتہ اللہ علیہ رات دن کے جملہ لمحات دین و ملت کی خدمت میں گزارتے۔ شہسواری، نشانہ بازی، تیغ زنی کی مشق،

لگاتار کئی کئی دن شکار گاہ میں رہ کر تھکنا اور بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرنا محض
اس لیے آپ کا معمول رہا تاکہ موقع پر فرنگی سامراج سے جنگ کا مرحلہ آسانی سے
طے ہو۔ انگریز سے نفرت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انگریز حکومت کا ملازم اگر
آنکر شریف کے برتن سے کھالیتا یا اس کو ہاتھ لگالیتا، تو آپ حکماً اس برتن کو تڑوا دیتے۔
ایک فوجی ملازم نے آپ کی پسندیدہ گھوڑی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا، آپ کو معلوم ہو گیا، تو
فرمایا، اب یہ میرے قابل نہیں رہی، کیونکہ فرنگی ملازم کا ہاتھ اس کو لگ گیا ہے۔

ایک بار آپ نے رائفل کے لائسنس کے لیے حکومت کو خط لکھا۔ حکومت
نے رائفل کی ضرورت دریافت کی۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ تلوار سے جنگ کا زمانہ
نہیں، دل کی آرزو ہے کہ موقع ملے، تو کسی انگریز کے سینے میں گولی پار کردوں۔ شیخ
الاسلام کے لیے اپنے بلند اقبال اور غیرت مند باپ کی زندگی مشعل راہ تھی، اس لیے
موصوف میں بھی انگریز دشمنی ایمان کا حصہ تھی۔ تحریک پاکستان میں شمولیت، خضر
وزارت سے ٹکر، اسی غیرت ایمانی اور انگریز دشمنی کا ثمرہ ہے۔ شیخ الاسلام نے خود یہ
واقعہ سنائے کہ حکومت کو میں نے رائفل کے لائسنس کے لیے لکھا۔ جواباً مجھ سے
پوچھا گیا کہ سرکاری خدمات کی فہرست بتائیں۔ جواب میں فقیر نے کہا تم کو میرے
والد کی خدمات کا علم ہوگا، تم نے جوان سے وصول کیں، انہیں خدمات کی توقع مجھ سے
بھی رکھو۔ انگریز حکومت نے مجھے ہزبائی نس کا خطاب بھیجا۔ میں نے غصہ میں اس کاغذ
کو پارہ پارہ کر کے آگ میں جلادیا۔ ایک دفعہ کٹھوائی منزل شیخ الاسلام تشریف لائے۔
راستے کے حالات کے بارے میں فرمایا کہ آتے ہوئے ایک فرنگی نے راستہ روکا، میں
نے رائفل سے اس کو ڈھیر کر دیا۔ پھر ہنس کر فرمایا "سور کو مارا ہے" (ماہنامہ ضیائے
حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۵۲، ۵۳ لاہور ۱۹۸۱ء)

مجاہد ملت علامہ پیر سید امین الحسنات (مانکی شریف)

مجاہد ملت حضرت علامہ پیر سید امین الحسنات ۱۹۲۳ء میں مانکی شریف تحصیل نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام حضرت پیر سید عبد الروف تھا۔ حضرت پیر سید امین الحسنات بڑے دلیر اور روشن دماغ لیڈر تھے۔ ان کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ اسلامی حکومت قائم ہو۔ آپ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ اس دور میں صوبہ سرحد میں میدان سیاست میں عبد الغفار اور اس کے بھائی ڈاکٹر کا طوطی بولتا تھا اور صوبہ سرحد کو کانگریس کا زبردست گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو مقبول عام بنانے میں آپ کا زبردست دخل تھا۔ مانکی شریف صوبہ سرحد میں نہایت بااثر گدی تھی اور صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں کے ہزاروں لوگ آپ کے مرید تھے۔ آپ نے سرحد کے غیور پٹھانوں کو پوری کوشش سے نظریہ پاکستان کی تائید کے لیے تیار کیا۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی (آف کراچی) نے ایک انٹرویو میں آپ کی خدمات کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"صوبہ سرحد میں صورت حال بڑی نازک تھی۔ اس کی طرف قائداعظم نے واضح اشارہ فرمایا تھا وہاں سرخپوشوں نے قیامت اٹھا رکھی تھی۔ وہ تحریک عوام میں بے پناہ مقبول اور بے حد منظم تھی۔ عبد الغفار خان جو سرحدی گاندھی کے لقب سے مشہور تھا، اس کا عوام پر زبردست اثر تھا۔ مسلم لیگ اس علاقے میں انتہائی غیر مؤثر اور بے وزن تھی، اسے جلسہ عام کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ساتھ ساتھ علماء کا ایک گروہ جو دیوبند سے اس زمانے میں فارغ التحصیل ہوا تھا۔ جب وہاں کانگریسی سیاست غالب آچکی تھی، سرخپوشوں کی حمایت میں کام کر رہا تھا۔ ڈاکٹر خان کی وزارت کے نقوش بہت گہرے تھے۔ ایسے میں پاکستان کے لیے کام

کرنا بڑا کٹھن تھا ۔۔۔ علماء کے ساتھ سابق پیر مانکی شریف اور پیر زکوڑی شریف
نے بڑی تندہی سے کام کیا اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی تائید و حمایت سے صوبہ سرحد
کی سیاسی فضا میں وہ تغیر رونما ہوا جو بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔"

(انٹرویو مفتی محمد شفیع دیوبندی اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی ۱۹۶۸ء)

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا۔ اس جلسہ میں ایک اہم تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفادار اور مسٹر جناح کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ پیر صاحب مانکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو حصول پاکستان کے لیے زبردست جدوجہد کرنی چاہیے، جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے۔ حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو، کیونکہ صرف مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی آزادی اور سربلندی کے لیے کوشاں ہے۔"

("قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری)

آپ نے مولانا گل محمد کی قیادت میں ایک وفد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں بھیجا جس نے نظریہ پاکستان پر گفتگو کی۔ پھر ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کر کے اڑھائی گھنٹے تک تقریر فرمائی۔ دوران تقریر آپ نے فرمایا:

"میں نے قائداعظم سے وعدہ لیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا یا اسلام کے خلاف کوئی نظام جاری کرنے کی کوشش کی، تو آج جس طرح ہم آپ کو

دعوت دے رہے ہیں اور آپ کی قیادت کو مان رہے ہیں، کل اسی طرح اس کے برعکس ہوگا۔ (سواد اعظم، لاہور۔ ۱۵ جنوری ۱۹۶۰ء)

حضرت پیر صاحب مانکی شریف کی دعوت پر قائداعظم نے پہلے پہل سرحد کا دورہ کیا اور دورہ سرحد کے دوران کئی روز تک آپ کے ہاں قیام کیا، اس طرح آپ ہی کے ایماء پر قائداعظم نے مجاہد آزادی مولانا عبدالحامد بدایونی کو صوبہ سرحد بھیجا، جنہوں نے طوفانی دورے کر کے نظریہ پاکستان کو اجاگر کیا۔

پیر صاحب مانکی شریف نے بنارس میں آل انڈیا کانفرنس کے خصوصی اجلاس میں نظریہ پاکستان کی توثیق و تائید میں نہایت سرگرمی سے قرارداد پاس کرائی اور پھر تمام ملک میں اس کی حمایت میں دورے کیے اور عوام کو آمادہ کیا کہ وہ تحریک پاکستان کو ہر صورت میں کامیاب بنائیں۔

پیر عبدالرحیم صاحب (بھرچونڈی شریف)

حضرت پیر عبدالرحیم صاحب ۱۹۱۰ء میں بھرچونڈی شریف میں پیدا ہوئے۔ تحریک پاکستان میں پیر عبدالرحیم اور ان کے والد بزرگوار پیر عبدالرحمٰن کی گرانقدر خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے مسلم لیگ کی بھرپور اعانت کی اور قائداعظم کا عملی طور پر ساتھ دیا۔ آپ کے والد گرامی نے سندھ کے مسلمانوں کی تنظیم کے لیے "جماعت احیاء الاسلام" کی بنیاد رکھی۔ پھر سندھ کے مشائخ کو اکٹھا کر کے "جمعیت المشائخ" کے نام سے ایک اور تنظیم قائم کی۔ آپ ان دونوں جماعتوں کے پلیٹ فارم سے مسلم لیگ کے لیے فضا ہموار کرتے رہے۔ "الجماعۃ" کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا۔ جب دونوں جماعتیں عوام میں مقبول ہو گئیں، تو مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کراچی میں قائداعظم کی موجودگی میں پانچ ممبران جو جماعت احیاء الاسلام کے

لٹ پر منتخب ہوئے تھے، نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

۱۹۴۶ء میں بنارس کی عظیم الشان سنی کانفرنس ہوئی، جس میں پیر صاحب اور ان کے والد ماجد نے لوگوں کو نظریہ پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا بعد میں جب انگریز نے قائداعظم سے مطالبہ کیا کہ وہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں کسی اسمبلی میں اپنی اکثریت کا ثبوت دیں۔ اس نازک مرحلے پر آپ کے والد گرامی حضرت پیر عبدالرحمن صاحب بھرچونڈی شریف کے روحانی و ایمانی جذبہ اور جاہ و جلال نے وہ کام کیا جو تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ روشن رہے گا۔

پیر صاحب نے سندھ اسمبلی کے تمام مسلم ممبران سے ملاقات کی، ان میں کئی آپ کے مرید تھے، لیکن ان کی اکثریت کانگریس کے ساتھ تھی۔ پیر صاحب نے بڑی مجاہدانہ شان سے ایک ایک ممبر سے فرمایا کہ وہ اسمبلی کے اجلاس میں تحریک پاکستان کی تائید میں ووٹ دے، چنانچہ انہوں نے بسر و چشم آپ کا فرمان قبول کیا۔ اسمبلی ہال میں تحریک پاکستان کو مطلوبہ تائید مل گئی۔ انگریز اور ہندو کے ہوش اڑ گئے، کیونکہ انہیں ایسی توقع نہ تھی۔ (روزنامہ جاوداں، لاہور، ۱۶ر نومبر ۱۹۷۱ء)

آخر میں روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۷۱ء کا اداریہ نقل کرتے ہیں، جس میں پیر صاحب کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔

"پیر عبدالرحیم شہید سندھ کے دینی اور سیاسی حلقوں میں ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ تحریک پاکستان کے دوران انہوں نے سندھ مسلم لیگ کو ایک مقبول جماعت بنانے کے لیے دن رات کام کیا، اس ضمن میں ان کو سندھ کے ہنود اور کانگریسی مسلمانوں کی ستم رانیوں کا نشانہ بھی بننا پڑا، لیکن وہ مسلمانوں کی خاطر ہر وار سہتے اور ہر غم سمیٹتے رہے۔"

مولانا عبدالحامد بدایونی

آپ ۱۸۹۸ء میں یو۔پی (بھارت) کے ایک قصبہ بدایوں میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام مولانا حکیم عبدالقیوم قادری تھا۔ جب ہندوؤں نے شدھی کی تحریک چلائی اور مسلمانوں کو ہندو بنانے کی شرمناک سازش کی تو مولانا نے اپنی شعلہ بیانی کے ذریعے مسلمانوں کو بیدار کیا اور اس سازش کا پوری طرح سدباب کیا۔ آپ تحریک پاکستان کے شروع ہونے سے قبل دو قومی نظریہ کے حامی اور پرجوش مبلغ تھے۔ تحریک خلافت اور تحریک پاکستان میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان پاس کی گئی، تو آپ قائداعظم کے خاص رفقاء میں سے تھے۔ اس موقعہ پر قرار دادوں کے علاوہ مسئلہ فلسطین پر پیش کردہ قرارداد کے حق میں آپ نے ولولہ انگیز تقریر کی۔ آپ نے تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے ساتھ مل کر کام کیا۔ خلافت کمیٹی کی شاخیں قائم کرنے کے لیے ملک کے طول وعرض کا دورہ کیا۔

آپ ۱۹۳۷ء سے تقسیم ہند تک مسلم لیگ کے رکن رہے۔ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں قرارداد پاکستان کے سلسلے میں جو اجلاس ہوا، اس میں آپ بھی شریک تھے۔ قائداعظم کی زیرصدارت قرارداد پاکستان کی حمایت میں تاریخی اجتماع سے خطاب فرمایا جو ہمیشہ یاد رہے گا۔ قیام پاکستان کی تحریک کو تیز کرنے کے لیے ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس جو بنارس میں منعقد ہوئی، اس میں شریک ہوئے اور ملک میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے اکابر علماء اہل سنت کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی، مولانا بدایونی اس کے بھی رکن تھے۔

۱۹۴۶ء کے تاریخی انتخابات میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ سرحد، پنجاب، بلوچستان اور یو۔پی (بھارت) میں مولانا کی تقاریر ملت اسلامیہ کو جہاد کے لیے تیار کر رہی تھیں۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کے وفد میں دیگر

حضرات کے علاوہ مولانا بدایونی بھی شامل تھے حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے قائداعظم سے خاص طور پر مولانا بدایونی کو سرحد بھیجنے کے لیے کہا تھا۔

آپ نے اپنے زور خطابت سے سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر کربستہ کرلیا۔ اس جرم میں؛ انہیں حکومت نے ناپسندیدہ عناصر کی فہرست میں شامل کر لیا لیکن انہوں نے کسی خطرہ کی پرواہ نہ کی۔ قائداعظم نے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو فاتح سرحد کا خطاب دیا۔ اس طرح آپ نے قائداعظم کے ساتھ دورہ فرما کر سیالکوٹ میں احراریوں کا زور توڑا اور احراریوں کی لچھے دار تقریریں، شعلہ نوائی کے آگے بے کار ثابت ہوئیں۔ (روزنامہ جنگ، کراچی۔ ۷/جون ۱۹۷۰ء)

۱۹۴۶ء میں نواب زادہ لیاقت علی خان کے فرمان پر مولانا بدایونی حیدر آباد دکن گئے تاکہ وہ کسی طرح نظام دکن اور قائداعظم کی ملاقات کے لیے راہ ہموار کریں کیونکہ دونوں میں اختلافات شدید ہو گئے تھے۔ نظام دکن سے مولانا کی کافی بحث ہوئی آخر وہ رضامند ہو گیا۔

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کی طرف سے علماء کا ایک وفد حج کے موقعہ پر سعودی عرب گیا تاکہ اسلامی ملکوں کے راہنماؤں اور مسلمانان عالم کو تحریک پاکستان کے محرکات سے آگاہ کیا جائے۔ یہ وفد مشرق وسطیٰ اور عرب ملکوں کے دورے پر گیا اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس وفد کے قائد حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی اور سیکرٹری مولانا بدایونی تھے۔

کراچی کے اخبار روزنامہ "جنگ" نے ۲۴/جولائی ۱۹۷۰ء کو آپ کے وصال پر اپنے اداریے میں آپ کی خدمات کا یوں تذکرہ کیا:

"مولانا عبدالحامد بدایونی کی رحلت اس برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک انتہائی غم انگیز سانحہ اور ملک وملت کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے جسے پاکستان کے عوام، علماء، سیاسی راہنما، طلباء اور مرحوم کے ارادت مندوں نے بڑی شدت کے

ساتھ محسوس کیا۔ اسلام اور پاکستان اور ملت مسلم کے لیے انہوں نے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ کبھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔ مولانا کا شمار ان گنی چنی شخصیات میں ہوتا ہے جو مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے ساتھ تحریک خلافت میں شریک تھے۔ پھر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آزادی کی جدوجہد اور تحریک پاکستان کا وہ ایک روشن باب ہے، جوان کی زندگی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ قرارداد پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے مولانا کی خطابت نے جو جوہر دکھائے تھے، آپ کے طویل دوروں اور مسلسل جدوجہد نے برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی لگن اور ایک علیحدہ وطن کے حصول کے لیے جو تڑپ پیدا کردی تھی، اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ پھر صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کا نازک مرحلہ پیش آیا، تو مرحوم نے اپنا سارا وقت، صلاحیتیں اور زور بیان اس کے لیے وقف کردیا۔ تحریک پاکستان سے مسلمانان عالم کو متعارف کرانے کے لیے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا۔ مولانا بدایونی ایک جید عالم، جادو بیان خطیب، ہمدرد و مشفق مذہبی راہنما، ممتاز سیاست دان ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے ایک پرجوش وسرفروش سپاہی بھی تھے۔

حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی

آپ کا نام سید محمد تھا، والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد اشرف تھا، آپ کی ولادت ۱۳۱۱ھ کو موضع جاکس ضلع رائے بریلی میں ہوئی۔ مذہبی، تبلیغی اور سماجی کاموں کے علاوہ آپ نے سیاسی تحریکوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے دیگر مشائخ اہل سنت کے شانہ بشانہ مگر قائدانہ حیثیت سے کام کیا۔ تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کیے اور عوام کو مسلم لیگ کے پروگرام سے آگاہ کر کے نظریہ پاکستان کا ہمنوا بنایا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس اور اجمیر سنی کانفرنس میں آپ کے خطبہ صدارت سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

"میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرضداشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ درودیوار پاکستان زندہ باد تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے نعروں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے۔ مسجدوں میں خانقاہوں میں بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان ہر اربا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر مسلم لیگی لیڈر بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی محاورہ ہو گیا ہے اور جو لفظ مختلف ذہنیوں کے استعمال میں ہو، اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتادے۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا جس کی مشینری سر دار جوگندر سنگھ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے، وہ الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے، لیکن جن سنیوں نے لیگ سے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو، جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان ومال، عزت وآبرو کو حسب حکم شرع امان دی جائے۔ ان کو، ان کے معاملات کو، ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا رستہ اختیار لیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے، جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو۔" (خطبہ صدارت بنارس سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور، ص ۲۲)

۵۔۶/ رجب ۱۳۶۵ھ کو سنی کانفرنس اجمیر شریف میں آپ کے خطبہ صدارت سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو

"اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی، اب منٹ کی لعنت چھوڑ دو، اب غفلت کے جرم سے باز آؤ، اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالو تو جا کے دم لو کہ یہ کام اے سنیو سن لو کہ صرف تمہارا ہے۔" (خطبہ اجمیر سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور ص ۳۸)

تحریک پاکستان کے گمنام سپاہی فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی

انوار ہی انوار کا عالم نظر آیا
چلمن جو ذرا میں نے اٹھائی تیرے در کی

آفتاب ولایت، نیر علم و حکمت، شیخ طریقت حضرت فقیہ العصر علامہ مولانا یار محمد صاحب بندیالوی چشتی صابری قدس سرہ العزیز متلاشیان حق کے ملجا، وارفتگان شوق کے کعبہ، صوفیوں کے پیشوا، عابدوں کے رہنما، اقلیم فقر کے شہنشاہ، سلیمان اور ابوذر کا پرتو، سہیل اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا آئینہ، غزالی اور رازی کے علوم کے جامع، آلوسی اور طحاوی کی شان، شریعت کے سنگم، معرفت اور حقیقت کے منبع البحرین تھے۔ آپ کے سینے میں اویس قرنی کا پرتو، آنکھوں میں جامی کی التجاؤں کا انداز، دل میں تڑپ صدیق کی جھلک، ماتھے کی وسعت پر رازی کا گماں ہوتا تھا، چہرے کی سادگی سے رومی کا جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔ آپ کی شخصیت کیا تھی؟ گویا گزرے ہوئے عشاق کی پریشان ادائیں ایک جگہ مجتمع ہو گئی ہیں۔

آپ کے قلب مبارک میں محبت الٰہی اور عشق مصطفوی کی قندیل فروزاں تھی۔ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔

ہجر آقا میں بہیں اشک، مگر حد میں رہیں
کچھ نہ کچھ ضبط بھی اے دیدہ تر پیدا کر

آپ کی پیدائش ضلع خوشاب کے ایک دور افتادہ گاؤں ہندیال شریف میں علاقہ کے مشہور و معروف بزرگ صاحب علم حضرت خواجہ میاں شاہ نواز کے خاندان میں میاں محمد سلطان نامی ایک صوفی منش درویش خدامست شخصیت کے ہاں ہوئی۔ آپ کا خاندان شروع ہی سے روحانیت کا مرکز تھا۔

مرحبا صد مرحبا اے سرزمین ہندیال
تیری مٹی سے ہوا ہے مرد کامل کا ظہور

یہ تقریباً ۱۸۸۱ء کا واقعہ ہے کہ ہندیال شریف کی سرزمین پر وہ روح ارجمند جلوہ گر ہوئی جو پیکر حسن و جمال بھی تھی، منبع فضل و کمال بھی، جو مصدر جود و نوال بھی تھی، مرکز عشق و محبت بھی، خوش خلقی و سادگی کا مرقع بھی تھی، عجز و انکساری کی تصویر بھی۔ ہمدردی و مروت کا مظہر اتم بھی تھی اتباع رسول کا عملی نمونہ بھی، سوز و گداز کا پیکر بھی۔ قرون اولیٰ کا نقش حسین بھی تھی یادگار سلف بھی تھی اور افتخار خلف بھی۔ آپ کا شاہراہ حیات پر ہر قدم سالکان راہ محبت کے لیے خضر راہ ہے۔

ہزاروں رحمتیں اے مطرب رنگیں نوا تم ہو!
کہ ہر کانٹے میں تو نے روح دوڑا دی گلستاں کی

آپ کے شاگرد رشید استاذ العرب والعجم امام المناطقہ والفلاسفہ حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی مدظلہ نے اپنے استاد کے حضور منظوم نذرانہ عقیدت یوں پیش کیا، جو آپ کی لوح زار پر بھی رقم ہے۔

دلش روشن	زانوار الٰہی	بیانش گنج	اسرار الٰہی
ہمہ عمرش	بزہد و اتقا رفت	عطاء گوید	بعشق مصطفیٰ رفت

آپ کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو ایک قابل مدرس کی ضرورت تھی، اس وقت آپ مولانا ہدایت اللہ خان کے پاس زانوئے تلمذ تہہ فرما رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے مولانا ہدایت اللہ خاں کی طرف تحریر فرمایا تو آپ کی نظر نے حضرت علامہ یار محمد بندیالوی کا انتخاب کیا، لیکن آپ کے دل میں چوکھٹ استاد کی اتنی قدر و منزلت تھی کہ مسند تدریس کو پسند نہ فرمایا۔ آپ مولانا ہدایت اللہ خان صاحب (تلمیذ اعلیٰ حضرت) کے تمام شاگردوں میں قابل تھے۔ مولانا محمد امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) آپ کے ہمدرس تھے۔

آپ نے ہندوستان کی مختلف درس گاہوں میں بائیس سال کا طویل عرصہ گزارا حکیم محمد اجمل خاں سے صرف ریاضی پڑھنے کی خاطر مکمل علم طب بھی پڑھا۔ مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز حضرت خواجہ صوفی محمد حسین الہ آبادی کے پاس ۳ سال رہ کر علامہ بندیالوی نے تصوف کی اکثر کتابیں سبقاً پڑھیں۔ مشہور ہے کہ خواجہ اجمیری کے عرس مبارک کے دوران خواجہ عبدالقدوس گنگوہی کی غزل

تفت قدوس فقیر درفنا و دربقا

خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

قوال محفل سماع میں پیش کر رہے تھے کہ حضرت خواجہ محمد حسین الہ آبادی کا اسی مصرع پر وصال ہو گیا اور وقت وصال اپنے خلیفہ مجاز علامہ یار محمد بندیالوی کے آغوش میں سر اقدس تھا۔

ہندوستان سے بندیال شریف واپس آکر تقریباً ۱۹۱۰ء میں آپ نے ملک کی ممتاز دینی قدیم درس گاہ جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال کی بنیاد رکھی جس سے ہزاروں تشنگان علوم ظاہری و باطنی کو آپ نے سیراب فرمایا اور ابھی تک یہ سلسلہ شوق جاری و ساری ہے۔

آ چشم آرزو کی گہرباریاں تو دیکھ

لٹتے ہیں صبح و شام خزانے نئے نئے

آپ کے تلامذہ میں امام المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی، حضرت شیخ القرآن ابو الحقائق علامہ عبد الغفور ہزاروی اور پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی علامہ سید سلیمان اشرف، پیر سید محمد وارث شاہ صاحب عیسیٰ خیل (بھور شریف) جیسی مایہ ناز اور نابغہ عصر شخصیات شامل ہیں۔

تحریک پاکستان کا آغاز ہوا، تو آپ نے بھی دیگر مشائخ کرام علماء عظام کے شانہ بشانہ کام کر کے ع نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

کا حق ادا کر دیا۔ بندیال اور گردونواح کے اکثر امراء یونینسٹ پارٹی کے ہم نوا ہونے کی وجہ سے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے زبردست مخالف تھے۔ موضع بندیال میں بندیال (ملک) فیملی ہے، جنہوں نے سرداری نظام قائم کر رکھا ہے اور وہ خود کو سیاہ و سفید کا مالک سمجھتے ہیں اور اس دور میں عوام پر ان کا سخت کنٹرول تھا، اگرچہ اب وہ بات نہیں رہی۔ اس وقت تو کسی آدمی کو ملک صاحب کے خلاف بات کر دینے سے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتے تھے۔ ان حالات میں ان ڈکٹیٹر اور آمر مزاج امراء ورؤسا کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا اور ان کی مخالفت کرنا خود کو زبردست خطرے میں ڈالنے سے کم نہ تھا، لیکن اس مرد حق نے کسی بھی خطرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلم لیگ کے حق میں تقاریر کیں اور ہزاروں کی تعداد میں مریدین، متعلقین کو مسلم لیگ کی حمایت کے لیے تیار کیا اور آپ نے اپنے خطبات میں واضح طور پر فرمادیا۔

"مسلم لیگ کو ووٹ دینا مسجد کو ووٹ دینا ہے اور کانگریس کو ووٹ دینا مندر کو ووٹ دینا ہے"۔ اور "ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے، جبکہ دوسری طرف کفر کا۔ چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے، اس لیے اس سے کٹنا اسلام سے کٹنا ہے۔"

(بحوالہ کتاب "حیات استاذ العلماء ص ۴۰)

فقیہہ العصر حضرت علامہ یار محمد بندیالوی نے اس دور میں مسلم لیگ کی بھرپور

امداد فرمائی۔ جب بندیال اور اس کے گردونواح کے تمام وہابی نجدی مولوی بوجہ کانگری
ہونے اور ملک خضر حیات ٹوانہ کے زر خرید ہونے کے پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف
دھواں دھار تقریریں کر رہے تھے اور قائداعظم محمد علی جناح کو گالیاں دیتے تھے او
بندیال کے مقامی وہابی نجدی مولوی تحریک پاکستان کو پگڑیوں کا جھگڑا قرار دے رہے تھے
حضرت فقیہ العصر کی زبردست تقاریر اور فتاویٰ کے ذریعے ہزارہا لوگ مسلم لیگ میں
شامل ہوئے چنانچہ جب یونینسٹ امراء نے خضر حیات ٹوانہ کی پوزیشن کمزور ہوتی دیکھی،
تو بندیال کے امراء کا ایک بہت بڑا وفد جس میں علاقہ بھر کے امراء بالعموم اور بندیال کے
روسا بالخصوص شامل تھے، حضرت فقیہہ العصر کے پاس آیا کہ آپ مسلم لیگ کی حمایت
ترک کردیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "یہ مذہبی معاملہ ہے فقیر اپنا جھونپڑا کہیں
اور جگہ بنالے گا، مگر مسلم کی حمایت ترک نہیں کرے گا"۔ آپ نے مزید فرمایا: "میں
اعلان کرتا ہوں کہ میں تم سے دور ہوں اور تم مجھ سے دور ہو جاؤ، مجھے اللہ تعالیٰ اور حضور
اکرم ﷺ کے مقابلے میں تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
خودی نہ بیچ فقیری میں نام پیدا کر

وہ تمام امراء آپ کا یہ جواب سن کر دم بخود رہ گئے اور خاموشی سے واپس چلے
گئے۔ آپ جیسے بزرگان دین کی کوششوں سے پاکستان بن گیا۔ آخر یہ آفتاب ولایت ۲۱/
محرم، ۶/دسمبر ۱۹۴۷ء کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ ہر سال ۲۱، ۲۲/ محرم
الحرام کو آپ کا سالانہ عرس نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے جس میں ملک بھر
سے مقتدر علماء کرام اور مشائخ عظام تشریف لاتے ہیں اور جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال
کے سینکڑوں فضلاء، مریدین اور متعلقین ہزاروں کی تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔

خلد میں شاداں رہے وہ کملی والے کے طفیل
اس کے مرقد پہ ہو اجمل رحمت رب غفور

استاذ العلماء علامہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالی

پیر طریقت، استاذ العلماء تاج الفقہاء حضرت علامہ الحاج صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ بندیال شریف و مہتمم مرکزی دارالعلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف، فقیہہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ پھر علامہ مولانا محمد سعید آف ٹمن ملتان علامہ عبدالعزیز حفیظ بانڈی والے، مولانا محمد دین صاحب بدھو والے اور ملک المدرسین حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی دامت برکاتہم العالیہ سے درس نظامی کی تکمیل کی جامعہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد) سے حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ سے دستار بندی اور سند حدیث حاصل کی اور علامہ عبدالغفور ہزاروی کے پاس دورۂ تفسیر بھی کیا۔ سید الاصفیاء حضرت خواجہ غلام محی الدین المعروف باوجی سرکار آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے بیعت و خلافت کا خرقہ عطا ہوا۔ ایک طرف تو آپ نے والد گرامی کی قائم کردہ عظیم درس گاہ میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع فرمادیا اور انتھک محنت اور سخت کاوش سے یہ دارالعلوم اب اہل سنت کے مدارس کے صف اول میں شامل ہے۔ دوسری طرف طالبانِ سلوک کی جھولیوں کو گوہر مراد سے پر فرمارہے ہیں اور آپ نے مولوی محمد امیر بندیالوی، مولوی غلام حسین، حافظ احمد تاونا اور کئی دوسرے دیوبندی وہابی مولویوں کو کئی بار مناظروں میں شکست فاش دی۔

جب تحریک پاکستان چلی، تو آپ نے اپنے والد گرامی کے شانہ بشانہ کام کیا۔ جب دور دراز کے لوگ فقیہہ العصر حضرت علامہ یار محمد بندیالوی کے پاس مسلم لیگ کی حمایت کے لیے فتویٰ لینے آتے، تو فقیہہ العصر کے حکم سے فتویٰ آپ ہی تحریر فرماتے تھے۔ اسی دور میں موضع گولیوالی کا ایک بااثر شخص ملک کے پاس کسی کام کے سلسلے میں آیا، ملک نے اس سے پوچھا ووٹ کس کو دوگے؟ اس نے کہا "علامہ یار محمد بندیالوی جس کو

کہیں گے"۔ ملک صاحب نے کہا ہاں ان سے پوچھ لو۔ اس وقت بندیال کے قریباً تمام
ملک صاحبان اور وہابی دیوبندی مولوی یونینسٹ کے حامی تھے۔ وہ شخص جب فقیہہ العصر
علامہ یار محمد بندیالوی کے پاس حاضر خدمت ہوا، آپ نے صاحبزادہ محمد عبدالحق صاحب
کو فرمایا کہ اسے لکھ دو کہ ملک خضر حیات ٹوانہ نے مسلمانوں کو چھوڑ کر انگریزوں کے
ساتھ رابطہ پیدا کیا ہوا ہے اور ان کے اشارے پر کام کر رہا ہے، لہٰذا اس کو ووٹ دینا ناجائز و
ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یا یھاالذین امنوالاتتخذوا الیھود
والنصرٰی اولیاء "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ"۔ چونکہ ملک
خضر حیات ٹوانہ نے نصاریٰ کو دوست بنایا ہوا ہے، للہذا اس کے ساتھ تعاون ناجائز ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم
اولیا "اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ" انگریز اللہ
تعالیٰ کا دشمن ہے، ملک خضر حیات نے ان کو دوست بنایا ہوا ہے، للہذا اس سے اجتناب
کرنا ضروری ہے اور اس کو ووٹ دینا ناجائز اور ممنوع ہے۔

جب ملک کو اس فتویٰ کا پتہ چلا، تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے صاحبزادہ محمد
عبدالحق صاحب کو بلا بھیجا۔ ملک کا زبردست رعب و دبدبہ تھا۔ بڑے بڑے بیباک اور
نڈر لوگ اس کے سامنے جانے سے گھبرایا کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب اس کے پاس
گئے، اس نے کہا "کیا واقعی آپ نے ہمارے خلاف (یونینسٹ) کے خلاف فتویٰ لکھا
ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں لکھا ہے"۔ اس نے کہا آپ خضر حیات ٹوانہ کی مخالفت کر
رہے ہیں، حالانکہ اس نے آپ کے بھائی کو میو ہسپتال لاہور میں داخل کروایا تھا۔ آپ
نے فرمایا: "دنیاوی بات ہوتی، تو ہم خضر حیات ٹوانہ کی امداد کرتے۔ یہ مذہبی بات ہے
مسلم لیگ اسلام کے پرچم کو بلند کر رہی ہے اور کانگریس ہندوؤں کی جماعت ہے جو
ہندوؤں کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے۔ اس نے کہا دیوبندی ملک صاحبان

خضر حیات ٹوانہ کے ساتھ ہیں اور ان کے دیوبند مولوی ان کا ساتھ دے رہے ہیں اور آپ ہماری مخالفت کر رہے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: "میں ملک صاحبان کو اپنی ناک کے بال کے برابر بھی نہیں سمجھتا" اللہ والوں کی نظر عنایت تھی کہ ملک کچھ نہ کہہ سکا اور صرف ملک سرفراز جنجوعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیوں ملک سرفراز، میں نے مولوی صاحب کو کچھ کہا تو نہیں، اس نے کہا نہیں۔ پھر صاحبزادہ صاحب اٹھ کر چلے گئے۔

اسی دور میں ہندیال کے مقامی دیوبندی وہابی مولوی بھی حسین احمد مدنی، عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی آزاد وغیرہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحریک پاکستان کو پگڑیوں کا جھگڑا قرار دے رہے تھے، بلکہ آدھی کوٹ، نور پور اور تھل کے دوسرے دیہاتوں میں خضر حیات ٹوانہ سے پیسے لے کر تقریریں کر رہے تھے۔

پھر جب پاکستان بن گیا اور فوج میں بھرتی کے لیے نوجوانوں کو بھرتی کرنے کا وقت آیا، تو دیوبندی ملک صاحبان میں سے کیپٹن ملک محمد افضل ہندیال آئے، تو انہوں نے علامہ محمد عبدالحق صاحب کی منت سماجت کی کہ آپ براہ کرام جہاد کے موضوع پر تقریر فرمائیں، کیونکہ ہمارے مولویوں نے چونکہ تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی، اس لیے اب وہ بیچارے پاکستان کے لیے فوج کی بھرتی کی ضرورت پر زور کیسے دے سکتے ہیں؟ چنانچہ کیپٹن ملک محمد افضل ہندیال حضرت صاحبزادہ صاحب کو موضع ہندیال کے علاوہ موضع جھجھ وغیرہ پر لے گیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے جہاد اور فوج میں بھرتی کی ضرورت واہمیت پر تقاریر فرمائیں۔

کیپٹن ملک محمد افضل مرحوم کا اس اہم موقع پر صاحبزادہ صاحب کو اس طرح لے جانا اور صاف کہنا کہ ہمارے مولوی صاحبان کس منہ سے تقاریر کریں، کیونکہ کل تک انہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی، اس بات پر مہر تصدیق کا

کام دیتی ہے کہ موضع بندیال کے دیوبندی وہابی مولویوں نے کیسی شدومد سے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

صاحبزادہ صاحب نے تحریک پاکستان کے علاوہ ملک و قوم، مذہب و ملت کی بہتری کی خاطر چلنے والی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مثلاً تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ اور ہر مشکل مرحلہ پر اپنے علاقہ میں قوم مسلم کی ڈگمگاتی ناؤ کو اپنے عزم صمیم اور جہد مسلسل سے منزل مقصود تک پہنچایا ہے۔ آپ بیک وقت عظیم مفکر، بلند پایہ مدرس، مایہ ناز مفتی اور بے مثال خطیب بھی ہیں آپ علم کا وہ بحر ذخار ہیں جس کی ہر موج خود قلزم بآغوش ہے۔ آپ وہ نابغۂ عصر شخصیت ہیں، جن کی رگوں میں محبت رسول لہو بن کر موجزن ہے جن کے دل کی ہر دھڑکن سینہ پر عشق مصطفیٰ ﷺ کی ضرب لگاتی ہے۔ آپ کی پوری زندگی خدمت دین سے عبارت ہے۔ اسباق پڑھانا، شرعی فیصلے کرنا، باہر سے آنے والے علماء کی الجھنیں دور کرنا، متلاشیان عرفان دامنوں میں حب الٰہی اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے انمول موتی نچھاور کرنا۔ تبلیغی اصلاحی خطبات، یہ وہ مصروفیات ہیں، جن سے آپ کو فرصت کا ایک لمحہ بھی میسر نہیں۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں کو پہنچ چکی ہے، چند نام یہ ہیں:

مولانا محمد سعید رضوی کشمیری خطیب بریڈفورڈ لندن۔ صاحبزادہ جمال الدین شاہ کاظمی، کراچی آف خواجہ آباد شریف۔ مولانا محمد اقبال ڈیروی، کراچی۔ مولانا غلام محمد الحسنی بندیال۔ مولانا فیروز دین کراچی، مولانا اکرم سیالوی کراچی۔ مفتی محمد حسین کراچی۔ مولانا سرفراز قادری، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مولانا محمد رفیق چشتی مرحوم۔ مولانا حافظ محمد ناظر، کراچی۔ علامہ علی احمد سندیلوی (جامعہ نعیمیہ) لاہور۔ مولانا محمد رشید نقشبندی، لاہور۔ مولانا محمد اشرف، لاہور۔ مولانا صاحبزادہ رضاء المصطفیٰ، ڈنگہ (گجرات)۔ مولانا شاہ نواز سیالوی، مدینہ کالونی، لاہور۔ مولانا محمد حنیف

سیالوی، قائد آباد۔ صاجزادہ میاں علی اکبر (بالاشریف)۔ مولانا غلام محمد شرقپوری (جامعہ نعیمیہ) لاہور۔ صاجزادہ علامہ سردار احمد کھرپڑ شریف۔ صاجزادہ محمد اسماعیل الحسنی شاہوالہ۔ صاجزادہ عبدالرحمٰن حسنی، شاہوالہ۔ صاجزادہ سید معظم الدین شاہ کاظمی، خواجہ آباد شریف۔

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی

صدرالافاضل حضرت مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مراد آبادی یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام مولانا محمد معین الدین نزہت تھا۔ ۱۹۲۰ء میں جب سلطنت ترکی کے تحفظ اور حمایت میں خلافت کمیٹی قائم ہوئی، تو مشترکہ ہندو مسلم جدوجہد کا آغاز ہوا تاکہ ترکی کے مقبوضات واپس دلائے جائیں۔ ہندو مسلم تعلقات اس حد تک پہنچ گئے کہ ہندو مقتدا اور مسلمان لیڈر مقتدی بن گئے۔ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر شعائر اسلام کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ ایسے موقع پر صدر الافاضل خاموش نہ رہ سکے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے فرمایا:

''سلطنت اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقامات مقدسہ بلکہ مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر درد ہو کم ہے سلطنت اسلامیہ کی امانت و حمایت خادم الحرمین کی نصرت اور مدد مسلمانوں پر فرض ہے، لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقتدا بنایا جائے اور دین و ایمان کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندوان کے ساتھ متفق ہو کر جا ہے، درست ہے، پکارتے مسلمان آگے ہوتے اور ہندوان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بے جا نہ تھا، لیکن واقع یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر

عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے"۔

(حیات صدرالافاضل صفحہ ۹۹، مطبوعہ لاہور)

۱۹۲۳ء میں جب شدھی تحریک چلی جس کا مقصد مسلمانوں کا مرتد کرنا یا قتل کرنا تھا بریلی شریف میں جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی گئی جس کے تحت آپ نے دیگر علماء اہل سنت کے ساتھ فتنہ ارتداد کا بھرپور مقابلہ کیا۔

۱۹۲۴ء میں آپ نے مرادآباد سے ماہنامہ السواد الاعظم جاری کیا۔ اس پرچے میں دو قومی نظریہ کی بھرپور حمایت کی اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولی۔

۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے خطبہ آباد میں ان افکار کا اظہد کیا جو ہمدری قومی تاریخ میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ تاہم اس دور میں جب علامہ اقبال ان خیالات کا اظہار کر رہے تھے، ان کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزماں خوالہ آباد کا اظہار کر رہے تھے، ان کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزماں خوالہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی۔

علماء اہل سنت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی ضمانت چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے اقبال کی واضح طور پر تائید کی۔ اس وقت صدرالافاضل نے "السواد الاعظم" جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارے میں اقبال کے افکار کی تائید کرتے ہوئے لکھا۔

"ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا، یہ ہندو اخبارات دیکھنے سے ظاہر ہو گا کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی۔ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا، تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع

ملتا...... اس کو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ہوگا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا، لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی نوک زبان پر لانے کو تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو، اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔ کاش یہ حضرات اس وقت خاموش ہو جائیں اور کام کر لینے دیں"۔

(ترجمان اہل سنت، کراچی، اگست ۱۹۷۱ء)

• جب اقبال پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی، تو جن علماء اہل سنت نے اس کی پرزور تائید و حمایت کی، ان میں سے ایک صدر الافاضل بھی تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب بنارس کانفرنس منعقد ہوئی، تو آپ اس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اس میں تقریباً پانچ ہزار علماء و مشائخ کا اجتماع اور ڈیڑھ دو لاکھ سامعین کرام کا جمگھٹا تھا، اس میں آپ کی بھرپور کوششوں سے یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی "آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو"۔ (حیات صدر الافاضل ص ۱۹۰)

اس کانفرنس کے بعد اس کی غرض و غائیت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اور نظریہ پاکستان کی اہمیت واضح کرنے کے آپ نے صوبہ جات مدراس، گجرات کاٹھیاواڑ، جوناگڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی پنجاب، بہار، کلکتہ، ہگلی، چوبیس پرگنہ، ڈھاکہ، کرنافلی، چاٹگانگ، سلہٹ وغیرہ کے دورے کیے اور قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔ تحریک پاکستان سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ چنانچہ مولانا ابوالحسنات قادری کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔"

(حیات صدر الافاضل ص ۱۸۶)

شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی

شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی ضلع ہزارہ کے ایک گاؤں موضع چمبہ میں 1915ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ پھر لاہور اور دہلی کے مختلف دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ بندیال میں حضرت استاذ الاساتذہ فقیہہ العصر علامہ یار محمد صاحب بندیالوی سے اکتساب علم کرتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں آپ مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے اور پھر قیام پاکستان تک ہر طرح سے اس کی معاونت فرماتے رہے۔ علاوہ ازیں تحریک ختم نبوت، تحریک خلافت، تحریک نیلی پوش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلم لیگ کے لیے پشاور سے کلکتہ تک پیغام حق سنایا۔ جن دنوں آپ نے اپنے شب وروز مسلم لیگ کے لیے وقف کیے ہوئے تھے۔ ان دنوں وزیر آباد احرار پارٹی کا بہت زور تھا۔ اس کے سدباب کے لیے آپ نے حضرت قائداعظم کو وزیر آباد میں مدعو کیا، چنانچہ قائداعظم تشریف لائے اور آپ کی جامع مسجد سے ملحقہ وسیع وعریض گراؤنڈ میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اس جلسہ کے بعد احراریوں کا زور ٹوٹ گیا۔ ایک مرتبہ سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں احرار کا معرکۃ الآرا جلسہ ہو رہا تھا، جس میں احراری مقررین اپنی لچھے دار تقریروں سے عوام کو نظریہ پاکستان سے برگشتہ کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ دوسری طرف علماء اہل سنت نے اپنا سٹیج لگا رکھا تھا۔ جب احراریوں کے اجتماع میں عوام کو کچھ زیادہ ہی کشش نظر آئی تو حضرت شیخ القرآن خود مائیک پر آئے اور ایسا فصیح وبلیغ خطبہ دیا کہ لوگ دھڑا دھڑ آپ کے پاس آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخالف حضرات

کے پنڈال میں الوبو لنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر مولانا ظفر علی خاں وفور جذبات سے دیوانے ہوگئے اور فی البدیہہ ایک نظم پڑھی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا
بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ
کیا اس سے ہو مقابلہ اس بے شعور کا

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی، تو اس وقت برصغیر کے ممتاز لیگی لیڈر تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی نمائندگی مولانا عبدالحامد بدایونی اور حضرت شیخ القرآن کر رہے تھے۔ اول الذکر نے اس عظیم تاریخی اجتماع سے خطاب بھی کیا۔ حضرت شیخ القرآن، مولانا ظفر علی خاں سے پچھلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں جب مسلم لیگیوں سے خائف ہو کر گورنر پنجاب مسٹر ڈگلس نے انہیں باغی قرار دے دیا، تو مسلم لیگیوں کی دھڑا دھڑ گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔ ضلع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتاری کی سب سے پہلے سعادت حضرت شیخ القرآن کے حصہ میں آئی۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی دوسرے مقررین کے علاوہ آپ نے بھی اس تاریخی اجتماع سے خطاب فرمایا۔ آپ نے دوران تقریر محدث کچھوچھوی کے ان الفاظ کی پرزور تائید و حمایت فرمائی: کہ "پاکستان ایسا ملک ہوگا جس میں کسی خاندان یا کسی خاص شخصیت کی حکومت نہ ہوگی، بلکہ اسلام کی حکومت ہوگی، جس میں کسی کا استحصال نہ ہوگا"۔ (حضرت شیخ القرآن ص ۳۷)

تحریک پاکستان کے دوران آپ پر ایک مرتبہ مخالفین پاکستان نے قاتلانہ حملہ بھی کروایا، مگر بفضل خدا آپ بال بال بچ گئے۔

ضیغم اسلام مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء کو پنیالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی ذوالفقار خاں تھا۔ ۱۹۳۷ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور اپنے چند دردمند ساتھیوں مثلاً میاں محمد شفیع (م۔ش) جسٹس انوار الحق، حمید نظامی اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے تعاون سے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد رکھی جس کے پہلے صدر حمید نظامی منتخب ہوئے، دوسرے صدر محمد شفیع اور ۱۹۳۸ء میں مولانا نیازی تیسرے صدر چنے گئے۔ آپ نے فیڈریشن کا نیا دستور مرتب کرایا۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی نے دہلی میں قائداعظم سے ملاقات کے دوران انہیں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے خلافت پاکستان کی سکیم پیش کی۔ قائداعظم اس سکیم کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

YOUR SCHEME IS VERY HOT (یہ بہت گرم سکیم ہے)

مولانا نیازی نے جواب دیا:

BECAUSE IT HAS COME OUT FROM A BOILING HEART.

(یہ اس لیے گرم ہے، کیونکہ یہ ابلتے ہوئے دل سے نکلی ہے)

قائداعظم اس پر بہت خوش ہوئے اور اس کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا۔

مارچ ۱۹۴۱ میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے قائداعظم کی زیر صدارت پاکستان کانفرنس منعقد کی، تو اس اجلاس کی مرکزی قرارداد پیش کرنے والے مولانا نیازی ہی تھے۔ اس اجلاس میں دیہی علاقوں میں تحریک پاکستان کو منظم کرنے کے لیے "پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی مقرر ہوئی، تو مولانا نیازی سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس

حیثیت سے مولانا نیازی کو قائداعظم کے ساتھ براہ راست خط و کتابت کا موقع ملا اور یہیں سے تعلقات کا آغاز ہوا۔

۱۹۴۲ء میں آپ ضلع میانوالی میں مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ اس حیثیت سے ساتھ ہی ساتھ انہیں صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کارکن بھی چن لیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں پنجاب مسلم لیگ کی صوبائی کونسل نے یہ قرارداد منظور کی۔ پاکستان کا آئین شریعت پر مبنی ہوگا۔ صوبائی کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ تجویز منظور کرلی۔

۱۹۴۵ء میں مولانا نیازی نے میاں محمد شفیع کے ساتھ مل کر پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا، کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس پر زندگی کے ہر مسئلہ پر نظریہ خلافت کے نقطہ نظر سے روشنی ڈالی گئی۔ جب قیام پاکستان کی منزل قریب آرہی تھی، تو مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے اور کمیونسٹ ذہن رکھنے والے سیاست دان بھی شامل ہونے لگے۔ چنانچہ نیازی صاحب نے اپنے احباب کے تعاون سے پنجاب کونسل کے اجلاس میں کمیونسٹوں کو لیگ سے نکالنے کی قرارداد پیش کی گئی جو منظور کرلی گئی اور مسلم لیگ سے دانیال لطیفی، ڈاکٹر ذاکر مشہدی، شیر محمد بھٹی اور دیگر کمیونسٹوں کو نکال دیا گیا۔

۱۹۴۶ء میں آپ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی سے ایم۔ ایل۔ اے منتخب ہوئے، لیکن لیگ کی واضح کامیابی کے باوجود فرنگی گورنر نے سر خضر حیات ٹوانہ سے ساز باز کرلی اور اسے وزارت بنانے کی دعوت دی۔ مولانا نے صوبہ سرحد اور پنجاب کا طوفانی دورہ کرکے مسلمانوں کو منظم کیا۔ خضر حیات ٹوانہ جہاں جاتا، آپ اس کا تعاقب کرتے۔ میاں چنوں ضلع ملتان میں تصادم ہوتے ہوتے بچا۔ خضر حیات نے تنگ آکر لالچ دینا چاہا، منہ مانگی مراد پانے کی پیشکش کی، تو مولانا نے فرمایا:

"میرے لئے دولت ایمان ہی کافی ہے"

زمین دینا چاہی تو فرمایا: "تم چند ایکڑ کی بات کرتے ہو، ہم چھ صوبوں کا

پاکستان مانگتے ہیں۔ شریک اقتدار ہونے کا لالچ دیا تو آپ نے فرمایا: اسلام کی دی ہوئی عزت کافی ہے۔ ۱۹۴۶ء میں جب قائد اعظم نے کانگریس کی زیادتوں سے تنگ آکر ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا، تو نیازی صاحب کالج کی مصروفیات چھوڑ کر تحریک پاکستان کے لیے ہمہ تن وقف ہو گئے اور بالآخر پاکستان بنا کر دم لیا۔ آپ کی بے مثال خدمات کے اعتراف کے طور پر قائد اعظم آپ کو اپنا معتمد خاص سمجھتے تھے۔ قائد اعظم نے مولانا کی طرف بیسیوں خطوط لکھے۔

تحریک پاکستان اور دیگر علمائے اہل سنت

اختصار کے پیش نظر ہم صرف چند علماء و مشائخ کے تحریک پاکستان میں کردار کے تذکرہ پر اکتفا کر رہے ہیں۔ ورنہ مذکورہ بالا علماء کے علاوہ مولانا آزاد سبحانی، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، مولانا ابوالحسنات قادری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا عارف اللہ شاہ میرٹھی، مولانا ظہور الحسن صدیقی، سید زین العابدین گیلانی، مولانا حسرت موہانی، مولانا خلیل الدین، آزاد صمدانی، حافظ کرم علی ملیح آبادی، مولانا غلام محمد ترنم، مفتی غلام معین الدین نعیمی، مولانا غلام قادر اشرف، میاں غلام اللہ شرقپوری، مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی، پیر محمد فضل شاہ جلالپوری، پیر محمد شاہ بھیروی، مفتی مظہر اللہ دہلوی، پیر محمد حسن جان سرہندی، پیرزادہ محمد حسین عارف صدیقی، سید محمود شاہ گجراتی، مولانا مرتضٰی احمد خان میکش، پیر غلام مجدد سرہندی، مولانا عبدالماجد بدایونی، سید مغفور القادری جیسی ہستیوں نے بھی تحریک پاکستان میں بے مثال کردار ادا کیا۔ دوسرے علماء و مشائخ کے تحریک پاکستان میں کردار کے تفصیلی مطالعہ کے لیے "اکابر تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری اور "اکابر اہل سنت" از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کا مطالعہ زیادہ موزوں رہے گا۔

الہدیٰ فاؤنڈیشن کی چند دیگر قابل مطالعہ کتب

پیر طریقت علامہ عبد الحق بندیالوی

- جشن عید میلاد النبی پر اعتراضات کا علمی محاکمہ
- محققانہ خطاب

صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی

- تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں
- وہابی مذہب کی حقیقت
- جماعت اسلامی سے اختلاف کیوں
- شیعہ مذہب کی حقیقت

صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی

- وسیلہ قرآن و سنت کی روشنی میں
- درود شریف کا ثبوت
- نذر و نیاز ما اہل بہ لغیر اللہ کا تحقیقی بیان
- فاتحہ کا ثبوت
- توحید و شرک کی حقیقت
- یارسول اللہ پکارنے کا ثبوت

ملنے کا پتہ مکتبہ جمال کرم 9۔ مرکز الاویس، دربار مارکیٹ لاہور